

Total DamageBook

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 188593

UNIVERSAL
LIBRARY

مشاہد ہیر چہین

میر عابد علی خان

ناشر

دارالاشاعت سیاسیہ (مجلس اتحاد المسلمین)
اشاعت منزل - اردو گلی - حیدرآباد دکن

جملہ دائمی حقوق بحق دارالاشاعت سیارہ محفوظ ہیں

مئی ۱۹۲۲ء

قیمت ۸/۱۰

ایک ہنرا

تعداد طبع

مطبوعہ استغای پریس حیدرآباد

”اُن مشاہیر ہند کے نام
جو آزادی کی کشمکش میں

قربان ہوئے“

عرض ناشر

چراغ تلے اندھیرا بڑی پرانی اور بہت عام مثل ہے۔ چین اور ہندوستان پر یہ مثل بالکل صادق آتی ہے۔ چین ہمارا پڑوسی اور بہت ہی قریب کا ملک ہے، نقشہ میں ہندوستان چین کے زیر سایہ واقع ہے۔ اور ملک بھی کوئی چھوٹا موٹا نہیں، آبادی میں دنیا کا سب سے بڑا ملک، تاریخ میں سب سے قدیم روایات کا حامل، فلسفیوں کا گہوارہ، فن کاروں کا دیس، بڑے بڑے علماء اور ادباء کا گھر، لیکن ہم چین کے متعلق کیا جانتے ہیں، مانی و بہزاد کے قصے، اور ”ارژنگ چین“ کے معانی ہمارے لغتوں میں ہیں اور بس۔ وہاں کون بستے ہیں، ایوونی اور صرف ایوونی کیا ایونیوں میں کچھ ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے کارناموں کو زمین کی گردشیں مٹانہ سکی ہوں، یہ خیال بار بار دماغ میں آتا ہے اور کیوں نہ آئے، ہم سے اتنا قریب اور اتنا بڑا ملک، بے خبری پر کیسے

شاکر ہو بیٹھیں۔

اس میں کچھ بہا را تصور ہے، اور کچھ چین کا۔ ہم نے ڈھونڈنا نہیں اور انہوں نے بتایا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چینوں پر ہزاروں سال سے کچھ پاس سا طاری ہو گیا تھا، وہ اپنا تعلق خارجی دنیا سے منقطع کر بیٹھے تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس صدی کے اوائل میں چینوں کا حال معلوم کرنے کا خیال آنجنہانی حکومت زار کو ہوا تھا۔ مگر جب کوئی حال نہ مل سکا تو انہوں نے ایک وفد چین کو بھیجا تھا۔ اس کی رپورٹ میں سے اتنا حصہ جو اشاعت اسلام سے متعلق تھا رسالہ معارف ۱۹۳۲ء میں چمپا ہے۔ اس کے بعد چین کے ایک شخص بدرالدین چینی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لیے اور بہت دنوں تک ندوہ اور اس کے بعد جامعہ ملیہ میں زیر تعلیم رہے، انہوں نے ایک کتاب چینی مسلمانوں سے متعلق اردو میں لکھی جو دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی ہے۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ایک کتاب تاریخ چین کے نام سے بریلی میں چھپی تھی۔ اردو میں اس مواد کے علاوہ شاید کوئی قابل ذکر مواد اور موجود نہیں۔

آج ہم مشاہیر چین پیش کر رہے ہیں۔ اس میں چین کے ایسے نو مشاہیر کا تذکرہ ہے جنہیں صرف چین ہی نہیں بلکہ دنیا کبھی نہ جھلا سکے گی۔ ہمیں امید ہے کہ اردو زبان میں چین کے متعلق یہ معلومات اچھا اضافہ ثابت ہوگی۔

سید علی شہر خاظمی (ناظم)

فہرستِ مضمین

صفحات

۹

۱۹

۳۳

۴۱

۴۹

۵۷

۶۷

۸۳

۱۰۱

۱۱۳

۱۲۱

۱۲۵

دیباچہ

۱ - کنفوشس

۲ - لیوزے

۳ - شی ہوانگ ٹی

۴ - چائون لنگ

۵ - ملکہ ڈاویچر

۶ - سن یات سین

۷ - چیانگ کانگ ٹیک

۸ - اوزے تونگ

۹ - چوتھے

ضمیمہ

فہرست کتب حوالہ

دِیَاسِیَہ

ہمارے ممتاز ہمسایہ ملک چین کے بارے میں اردو ادب میں اتنا کم مواد موجود ہے کہ ہمیں چین کی تاریخ، سیاست، تمدن اور ادب کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ چین کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہے جو علم و تہذیب کا گہوارہ اور بڑے مرکز رہے ہیں جن سے ساری دنیا نے فیضان حاصل کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس سرچشمہ تمدن کا اتنا مختصر اور موہوم تذکرہ ہمیں ملتا ہے کہ ہم اس کی صحیح عظمت کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتے۔

دنیا میں سب سے قدیم ہمارے ہمسایہ ملک چین کی تاریخ ہے جس کا سلسلہ آج سے ساڑھے چار ہزار سال قبل سے شروع ہوا ہے۔ اس دوازوے میں چین کی سرزمین سے نامور ادیب، فلسفی، حکیم، آرٹسٹ، سیاست، مدبر اور جنگجو سبھی پیدا ہوئے ان بے پناہ مشاہیر میں 'میں آنے صرف اُن فرزندِ ان چین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے چین کی تاریخ بنائی اور اس کی تقدیر بدلی۔ ان کی حیات چین کے معراج کی داستان ہے جو اپنی فضیلت اور رفعت میں اس قدر بلند تھے کہ انہیں مشاہیرِ عالم

۱۰
 میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ساڑھے چار ہزار سال کی طویل مدت میں ان
 آٹھ تو اکابر ان چین کا تذکرہ ایک طرح سے چین کی تاریخ بھی ہے۔ مگر
 صرف عظمت اور معراج کے ادوار کی حامل۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ چین کی تاریخ مسیح علیہ السلام کی
 پیدائش سے تین ہزار سال قبل سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدائی تاریخ
 اصنامی بھی جانی چاہیے اس کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں۔ قصے اور
 کہانیوں میں اس دور کے واقعات موجود ہیں۔ سیاسی تاریخ کا آغاز
 سنہ ۴۷۵ ق م سے ہوا جبکہ چین کے ”شہنشاہ اول“ شی ہوانگ ٹی نے
 تمام چین کو فتح کر کے عظیم ترین چین کی بنیاد رکھی۔ شی ہوانگ ٹی کے
 خاندان نے ایک عرصہ دراز تک حکمرانی کی، عروج و زوال کے ان
 مرحلوں میں اس وقت تحلیل پیدا ہوا جبکہ تیسویں صدی میں منگولوں نے
 چین پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ اس نئی سلطنت کا بانی مشہور فاتح قبلہ خان
 تھا۔ یہ حملہ اور چین فتح کرنے کے بعد چین میں مقیم ہو کر یوں گم ہو گئے کہ
 ان کی اپنی انفرادیت اور قومی خصوصیات بھی جاتی رہیں۔ وہ ملک کی
 رہنمائی میں رہ گئے۔ اس کے بعد سترھویں صدی میں شمال سے مانچو
 قبیلے نے چین پر حملہ کر دیا اور فتح کرنے کے بعد اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی
 جو ۱۹۱۱ء میں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور ایک نئے نظام یعنی جمہوریت
 کے لیے جگہ بنائی۔

چین پر تقریباً چوبیس خاندانوں اور قبیلوں نے فرمانروائی کی۔

۱. Mythical period

اس جہان بینی میں چین کو عروج و زوال کی جن منزلوں سے گذرنا پڑا وہ اس ملک کی سیاسی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ اس ساری مدت میں ہمیں چینوں کی اس انفرادیت کا پتہ ملتا ہے کہ وہ علم و ہمت پرست حکمت عملی کے دلدادہ اور پرستار تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ غیر اقوام سے تعلق پیدا کریں۔ بیرونی دنیا سے چین کے جو تعلقات رہے ہیں وہ صرف تجارتی تھے۔ جب ۱۹۱۲ء میں جارج سوم شہنشاہ انگلستان نے اپنے قاصد لارڈ میکارتھی کو دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لیے چین بھیجا تو فرماؤ کہ چین، چائننگ لنگ نے جواب دیا کہ ————— ”ہمیں کسی ملک سے تعلق پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں ہماری ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ ہم خود کفنی رہنا چاہتے ہیں اور اپنی انفرادیت کو کھودینا پسند نہیں کرتے۔“ اس جواب نے اور چین میں کوٹو کے رواج نے میکارتھی کو ناکام و نامراد لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

جب صنعتی انقلاب نے استعماریت اور نوآباد کاری کو

مغربی ممالک کا جزو سیاست قرار دیدیا، چین کی دولت معدنیات اور زراعت اور قوم کی سیاسی و ذہنی پستی نے ان کی توجہ ادھر مبذول کرائی تو وہ ملک جو صدیوں سے علم و ہمت پرست عملی پرواں دواں تھا، انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی، اطالیہ، بلجیم، روس اور جاپان کے حریفانہ عوام کا آماجگاہ بنا۔ ہر ایک نے چین کے استحصال کے لیے مختلف ترکیبوں سے

لے کوٹو کے معنی سمجھ کے ہیں۔ جب بادشاہ کے سامنے کوئی شخص پیش ہوتا تھا تو اس کو تین مرتبہ سجدہ کرنا ضروری تھا۔

اپنا قدم آگے بڑھایا۔ کوئی ایک ہاتھ میں انجیل لیکر آیا اور دوسرا ایک ہاتھ میں ایونیک لیکر داخل ہوا۔ اور چین میں داخل ہو کر اسقدر انتشار پیدا کر دیا کہ چین کی تقدیر میں اگر سن یات سین اور چیانگ کانگ ٹیک نہ ہوتے تو یہ کہا نہیں جاسکتا کہ اس ملک کا کیا حشر ہوتا۔ ڈاکٹر سن اور مارشل چیانگ نے اس سپانڈہ ملک کو وہ درجہ عطا کیا ہے کہ اتحادی اب چین کو اپنا حلیف اور رفیق قرار دیتے ہیں۔

ایسے ملک کی تاریخ جو اسلام، بدھ مت، چین مت اور عیسائیت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اور ایک عرصہ دراز سے روحانیت کا گہوارہ رہا ہے۔ ہر سو بچنے والے دماغ کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ان تاریکیوں اور پردوں کو ہٹائے جو اس کی عظمت و معراج پر پڑے ہوئے ہیں تاکہ اس کی عظمت کا صحیح مقام متعین ہو سکے اور اس اجیا سے درس لیا جائے جو ایک سپانڈہ اور زوال پذیر ملک نے استبداد، جبر، مطلق العنانی اور غیر اقوام کے استحصال کے خلاف ہو کر پھر وہی اپنی سابقہ عظمت سے سلسلہ ملانے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے انجام دی ہیں۔

یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم اپنی ساحروں، منجموں اور پھیری والے "جدا شد" اور "جان" کے سوا کسی چین سے کوئی ذہنی یا شخصی تعارف نہیں رکھتے۔ آج جنگ چین و جاپان نے اپنی تاریخ کے اعتبار سے اس ناآشنائی کو دور کرنا شروع کیا ہے مگر پھر بھی ایک بڑی کثرت ناواقف ہے۔

چینی بڑے خون کار، حساس اور شعوری ہیں۔ ریشم کی صنعت میں جو مصوری کے کمال انہوں نے تلاشے ہیں ان کا شمار

عجائبات عالم میں ہوتا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے ظروف دنیا کے عجائب خانوں میں ایک عجوبہ روزگار بنکر دنیا کو متعجب کیے دیتے ہیں۔ انکی انفرادیت کا ایک ثبوت ان کی طرز تحریر سے ہمیں ملتا ہے۔ ساری دنیا دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں طرف لکھتی ہے مگر چینی اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر لکھتے ہیں۔ ان کے پاس صوتی الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان کے الفاظ علامت ہیں جن کے خاص خاص مفہوم ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ چینی ہی فنِ تحریر کے موجد ہیں اور ان کی یہ طرز تحریر موجودہ تحریر کی بنیاد ہے جس کا بعد میں ارتقاء ہوا۔

ان کے اور اک وشعور کی نفاست، حساسیت اور فن کارانہ صلاحیتوں کا ثبوت اقبالؒ کے ان شعروں سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ:-

خودی بلند تھی اس خون گرفتہ چینی کی
کہا غریب نے جلاد سے دم تعزیر
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابناک شمشیر

چینیوں کا ایک امتیازی وصف ان کے سروں کی چوٹیاں اور انکی عورتوں کے جگرے ہوئے پیر ہیں۔ چوٹیوں کے رکھے جانے کے متعلق یہ روایت ہے کہ مر کے بال خاص باپ کے ہوتے ہیں اور یہ نسل بعد نسل چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے اپنے اجلا دی یا تازہ رکھنے کے لیے سر پر چوٹیاں رکھی جاتی ہیں۔ عورتوں کے پیر جگرے رکھنے کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ چینیوں کے تئیں عورتوں کی خوبصورتی کا یہ ایک جوہر ہے۔ بعض یہ بھی سمجھتے ہیں کہ چینی مردوں نے عورتوں کے پیر اس لیے جگڑا شروع کر دیے کہ وہ کسی نامحرم کیساتھ

چین اسلام اور بدعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ کہتے ہیں کہ مشرقی ایشیا میں پہلی مسجد سرزمین چین ہی میں تعمیر ہوئی۔ اس با عظمت مہما کی انفرادی خصوصیات اور اس کی معراج کی داستانیں تفصیل کی محتاج ہیں۔ آج وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم چین کی سیاست، تہذیب و تمدن کا مطالعہ کریں جس طرح ازمنہ قدیم میں چین نے تہذیب و تمدن کی تائیس اور ارتقاء و بقا میں پہل اور قیادت کی تھی، آج بھی یہ سہرا چین ہی کے سر ہے۔

فاشست درندگی کے خلاف ابتداء میں کمزور چین ہی نے ہتھیار اٹھائے چینی عوام بے شمار قربانیاں مار و وطن کی راہ میں دینے ہوئے آزادی اور ترقی کی جانب جس سرعت سے آگے بڑھے جارہے ہیں وہ دنیا کی ہر محکوم اور سہماندہ ملک کے لیے عمل کا ایک خاموش مگر بولنا ہوا پیام ہے۔

جناب علی شہر صاحب حاتمی اردو داں طبقے کے شکر پیے کے مستحق ہیں کہ وقت کی ایک شدید ضرورت اور ادب کی ایک نمایاں کمی کو اس کتاب کی اشاعت سے پورا کر رہے ہیں۔

جہاں تک مشاہیر کے انتخاب کا تعلق ہے میں باز پرس کے قابل ہوں چونکہ انتخاب میری اپنی رائے کے مطابق ہوا ہے۔ میں نے ہزاروں سال کی تاریخ میں بیسیوں مشاہیر میں سے ان زعمائے چین کو منتخب کیا ہے جو چین کے خالق اور مہمار ہیں۔ کنوشیتس اور لیونفے روٹت کے اس دور کے پیشوا ہیں جب ساری دنیا اسی دور سے گذر رہی تھی۔ ان کا

شہار دنیا کے مشاہیر میں ہے۔ شی ہوانگ ٹی اور چائٹنگ چین کی سیاسی عظمت کے مسیحا ہیں۔ ملکہ ڈاؤبجر صرف ایک خاتون ہے جس نے چین پر حکمرانی کی۔ وہ مدبر تھی، سیاست تھی اور میدان جنگ کی فاتح تھی۔ اور وہ آخری یا دگارتھی جس کے عہد میں چین کی شاہی دم توڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر سن یات سین اور جزیسمو چیانگ کانگ کی شیک چین کے نہیں دنیا کے مشاہیر ہیں۔ ان کی حیات سوتی ہوئی قوموں کے لیے بیداری کا نعرہ ہے، زوال پذیر قوموں کے لیے بیداری اور انقلاب کا ایک پیام ہے۔ ماؤڈے تو نگ چینی اشتہالی جماعت کا صدر ہے تاریخ عالم کا حیرت انگیز واقعہ ”طویل مسافت“ کی کامیابی جو اشتہالی تحریک کے فروغ کی بنیاد بھی ہے، ماؤڈے تو نگ اور چوتھے کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ ماؤڈے اور چوتھے انقلابی اور اشتہالی تحریک کے ناخدا ہیں۔ کسی سیاست نے ان کے متعلق کہا ہے کہ ماؤڈے چین کا لینن اور چوتھے چین کا ٹوشنکو ہے۔ پستی سے نکل کر یہ دونوں محبان قوم جذبہ حب الوطنی کے باعث افق پر درخشاں ہوئے اور سوئے ہوئے عوام کو جگایا انھیں متحد کیا اور آزادی کی جنگ میں شریک کیا۔

چین کے مشاہیر دنیا کے اردو میں پہلی دفعہ متعارف ہو رہے ہیں۔ اس تعارف میں اگر جمہ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف فرمائیے۔ چونکہ یہ میری اپنی کمزوریاں اور کمزوریاں ہیں جسے رفع کرنے کی پوری کوشش کے باوجود بھی شاید میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ مشرق کے

۱۶
ممتاز ترین مشاہیر کے تذکرے سے نیم خفہ ہندوستان کو بیدار کرنے
کی کوشش کر رہا ہوں۔

میر عابد علی خان

{ حیدرآباد
اکتوبر ۱۹۳۳ء



“کنفوشس”

کنفو شیس دنیا کے اُن ممتاز مشاہیر میں سے ایک ہیں جنہیں برہمنی دنیا تک فراموش نہیں کیا جائے گا۔ وہ آج سے ڈھائی ہزار سال قبل چین میں پیدا ہوئے اور اپنی تعلیمات اور اپنے پیام سے دنیا کو اور بالخصوص چین کو ایسا درس دیا کہ آج بھی ان کی وہی عزت تو قیور برقرار ہے۔ کنفو شیس اُس ہمد کے نمائندے ہیں جبکہ چین کا تمدن، چین کی تہذیب اور چین کی عظمت و معراج کا دنیا میں کوئی جواب نہ تھا۔ اور دنیا نے علم و ادب تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت میں چین ہی سے اکتساب اور فیضان حاصل کیا۔ چین کو ان بلندیوں پر لے جانے میں کنفو شیس کی ذات کو بڑا دخل حاصل ہے۔ چین کے قدیم راہنماؤں اور معلموں میں آج کنفو شیس ہی کی وہ ہستی ہے جس کا احترام بدستور قائم اور جن کی تعلیمات برہمنی کا ورثہ ہیں۔

کنفو شیس کا اصلی نام کنگ فوزه تھا۔ لاطینی زبان میں کنگ فوزه تبدیل ہو کر کنفو شیس بن گیا۔ کنفو شیس کی پیدائش سے

متعلق بڑی دلچسپ روایات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب کنفوشیس پیدا ہو رہے تھے، ما معلوم مقامات سے موسیقی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کنفوشیس کی ماں کے پاس پریاں آئیں۔ کمرے میں خوشبو جھک اٹھی۔ اور جب کنفوشیس پیدا ہو گئے تو ان کی ماں کو غیبی آوازیں سنائی دینے لگیں کہ ”اس لڑکے کی پیدائش سے آسمان پر دھوم مچی ہوئی ہے۔ اسی خوشی میں آسمانی موسیقی اور شادیاں نے تمہیں سنائی دے رہے ہیں۔“ بتلایا جاتا ہے کہ کنفوشیس کے جسم پر انچاس نشانات موجود تھے۔ ان نشانات کی ترتیب کچھ یوں تھی کہ جیسے چینی رسم الخط میں ایک عبارت کندہ ہو گئی جو جس کا مطلب یہ تھا کہ ”یہ شخص انسانی فلاح و بہبود کے لیے ایسے اصول و قوانین مرتب کرے گا جس سے انسانوں کے سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔“ یہ بھی مشہور ہے کہ جہاں ان کی پیدائش ہوئی وہیں خود بخود ایک کنواں پیدا ہو گیا اور قریب ہی ایک تختی لٹکی ہوئی پائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا کہ ”یہ شخص بے تاج کا بادشاہ ہوگا“ ان تمام روایات سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ کنفوشیس کی شخصیت کو ابتداء ہی سے برگزیدہ اور مقدس سمجھا جاتا تھا۔ انھیں آسمانی پیغمبر خیال کیا جاتا تھا جو فلاح انسانی کے لیے زمین پر آیا ہوا ہے کنفوشیس کی تعلیمات اور داعیات نے ان روایات میں صداقت بھی پیدا کر دی۔ چونکہ ان کے پیام نے عوام کو صداقت کا راستہ بتلایا۔ اور گمراہی سے نجات دلانے کی کوشش کی۔

کنفوشیس کی ذہنی تھیں اور ایک اپاہج بھائی تھا

ان کے والد کو تندرست و صحیح الاعضاء لڑکے کی بڑی تمنا تھی۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے ۱۹۵۳ء ق م میں جبکہ ان کی عمر ستر برس کی تھی فرقہ این ایس کی ایک لڑکی سے شادی کی۔ اس بیاہ کے ایک سال بعد کنفوئشیس پیدا ہوئے۔ ان کے والد ریاست کوٹہ کے باشندے تھے جو موجودہ صوبہ شینگ کا ایک حصہ ہے۔ ان کا تعلق متمول خاندان سے تھا۔ وہ خود تعلقہ سے اعلیٰ فوجی عہدہ دار تھے۔ اور اپنی شجاعت و جرات سے ملک میں نام پیدا کر چکے تھے۔

کنفوئشیس ابھی تیسرے سال ہی میں تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے۔ والد کی موت سے ان کی طفولیت کا زمانہ بڑی مصیبتوں میں گذرا۔ خاندانی تمول اور اعزاز ان کی مصیبتوں کا کوئی علاج نہ کر سکا اور کنفوئشیس کو پانچویں چھٹے سال ہی میں ایک ادنیٰ ملازمت قبول کرنا پڑا۔ مگر ان دقتوں کے باوجود کنفوئشیس نے کوشش کی کہ تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے خیال و افکار کی تربیت کریں۔ چنانچہ انھیں چینی علوم و فنون پر بہت ہی جلد عبور حاصل ہو گیا اور چینی ادبیات عالیہ سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ کنفوئشیس کے اس علمی ذوق نے عوام کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ یہ بچہ چین کے مستقبل میں نئی زندگی کا خالق ہوگا۔

۱۹۶۱ء ق م میں جبکہ کنفوئشیس کی عمر بھی انیس سال ہی کی تھی کہ ان کا بیاہ ہو گیا۔ اس موقع پر چینی رسوم و رواج کی بڑی سختی سے پابندی کی گئی تھی۔ اس رشتے سے کنفوئشیس کے ایک لڑکا اور

پیدا ہوئے۔

کنفوشیس کی یہ خواہش تھی کہ وہ امور مملکت میں دخل نہ دے اور کوئی سرکاری ملازمت انجام دے۔ مگر ان کی مالی مشکلات نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے ارادوں کو تبدیل کریں۔ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد انہیں ریاست سو کے گوداموں کا داروغہ بنا دیا گیا۔ ان کی کارکردگی اور صلاحیت کو دیکھ کر حکومت نے سرکاری مویشیوں کی نگرانی اور باغات کی دیکھ بھال کے لیے مہتمم مقرر کیا۔ افلاس نے انہیں مجبور کر رکھا تھا کہ وہ ان خدمات کو قبول کریں۔ کنفوشیس اگر چاہتے تو رشوت اور بددیانتی سے اپنا افلاس وادبار دور کر سکتے، جیسا کہ اُس زمانے میں تمام عہدہ داروں کا رویہ تھا۔ مگر انہیں یہ پسند نہ تھا۔ اسی لیے وہ بددیانتی سے محفوظ رہے اور آخری لمحے تک مفلس ہی رہے اور مفلس ہی مرے۔

کنفوشیس کی زندگی میں بڑا تغیر ہوا جبکہ ۵۲۶ ق م میں انکی والدہ فوت ہو گئیں۔ یہ موت ان کے لیے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھی۔ اور اس کے باعث ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ چھ سال تک اپنی والدہ کا سوگ مناتے رہے۔ ان چھ سالوں میں کنفوشیس نے نہ موسیقی سنی اور نہ کسی آلہ موسیقی کو ہاتھ لگایا۔

۵۲۶ ق م تک کنفوشیس کے حالات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اپنی والدہ کا سوگ منانے کے بعد انہوں نے تائین چین اور موسیقی پر تحقیق کی۔ ۵۲۶ ق م میں ریاست لو کے درشنیادوں نے کنفوشیس کو اپنی ریاست میں آنے کی دعوت دی۔ کنفوشیس اس دعوت سے انکار نہ کر سکے اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں

پر انھیں شاہی کتب خانوں کے استفادے کا موقع ملا اور تاریخ و موسیقی پر تحقیق میں کئی دن گزارے۔ انھیں موسیقی کا اتنا جنون تھا کہ وہ بیخود ہو جاتے تھے۔ انھیں اپنا اور دنیا و مافیہا کا کوئی خیال نہ رہتا تھا ان کا یہ ایتقان تھا کہ ”دنیا کے تمام نظامات میں جو توازن اور ہم آہنگی قائم ہے وہ موسیقی کے ذریعے ہی برقرار رہ سکتی ہے“

ان دنوں کنفوشیس کے اردگرد شاگردوں اور پیروں کا ایک ہجوم تھا۔ ان میں سے اکثر نوجوان تھے جو کنفوشیس کی تعلیمات اور نیک کردار سے متاثر ہو کر ان سے فیضان چاہتے تھے۔ سقراط کی طرح، کنفوشیس کا مدعا نوجوانوں کو غلط راہ روی سے بچانا تھا۔ کنفوشیس نے مادیت اور اخلاقیات کے رموز آشکار کیے۔ ان کی درسگاہ میں کنڈز نوجوانوں کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ”میں ہر مسئلے کے ایک چوتھائی حصے پر بحث کرونگا باقی تین چوتھائی کو طالب علم خود سوچیں اور حل کریں“۔ بائیس سال کی عمر ہی میں کنفوشیس، معلم اور راہنما سمجھے جارہے۔ ریاست لو میں کنفوشیس کے قیام سے یہ سمجھا جا رہا تھا کہ یہاں انھیں آرام اور سکون ملے گا مگر اسی سال ریاست میں ایک خطرناک بغاوت پھوٹ پڑی اور کنفوشیس کو اپنی جان بچانے کے لیے ریاست سے باہر چلے جانا پڑا۔ کنفوشیس نے ریاست چھوڑنے کے بعد مختلف ممالک کی سیاحت شروع کی۔ ان کے ہمراہ ان کے شاگرد اور پیرو بھی تھے۔ یہ اپنے پیروں کے ساتھ کوہ تائی سے گذر رہے تھے کہ کچھ فاصلے پر ایک

۲۴
 عورت کی گریہ وزاری سنائی دی۔ کنفوشیس نے اپنے ایک شاگرد کو حالاً دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ معلوم ہوا کہ اسی مقام پر اس کے شوہر، شوہر کے باپ اور اس کے لڑکے کو شیر نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ کنفوشیس نے اس عورت کو یہ جگہ چھوڑنے کہا تاکہ وہ خود شیر کے حملے سے محفوظ رہے۔ مگر اس عورت نے جواب دیا کہ ”یہاں کی حکومت ظالم و جابر نہیں ہے۔“ اس جملے نے کنفوشیس کو بیحد متاثر کیا۔ کنفوشیس نے کہا کہ ”اس دنیا میں انسان شیر سے بھی اتنا خوف نہیں کھاتا جتنا خوف کہ اسے ظالم اور جابر حکومت سے ہوتا ہے۔“

۱۵۷ء سے ۴۹۶ء ق م تک کنفوشیس نے چینی ادبیت عالیہ کی تحقیق و تدقیق میں وقت گزارا۔ ان دنوں سرکاری ملازمت سے بھی سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔ کنفوشیس کی عالمانہ شخصیت نے ایک دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اس فضیلت اور بزرگی کے باعث پیروں اور شاگردوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حکومتیں بھی کنفوشیس کی قابلیت کا اعتراف کرتی ہوئی انکی خدمات سے مستفید ہونا چاہتی تھیں۔ چنانچہ ریاست چنگ تو نے ۴۹۶ء ق م میں منصفی کا عہدہ پیش کیا۔ کنفوشیس نے ذمہ داری سنبھالتے ہی اصلاح کرنی شروع کی۔ عوام کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لیے قوانین وضع کیے۔ حکومت نے کنفوشیس کے ان کارناموں کو دیکھ کر وزارت جرائم کے عہدے پر ترقی دی۔ کنفوشیس نے نئے عہدے کی عنان لینے کے فوراً

ہی بعد اسد اوجرام کی ہم شروع کی۔ اور انہیں اپنے اس مقصد میں یہاں تک کامیابی ہوئی کہ ملک میں عیش و نشاط کی محفلیں اور ناؤ و نوش کی بزم سب اپنی گرمی ہنگامہ کھو بیٹھیں۔ عشرت کایوں فنا ہو جانا ایک نئے دور کی بنیاد ہوا۔ اس نئے دور میں ضبط و نظم کے لیے کنفوشیس نے قوانین بنا رکھے تھے کہ جن کے باعث ابتری پیدا نہ ہو سکی۔ آج بھی کنفوشیس کے بعض قوانین کا رواج ہے۔

ریاست چنگ تو کا یہ معراج ہمسایہ ریاستوں کے لیے ایک عذاب تھا۔ چونکہ اس متوازن فضا کی بدولت تخریب کو اپنی وسعتیں بڑھانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہمسایہ ملک کے حیات بخش نظام کو دیکھ کر ان ریاستوں کے عوام بھی اپنے یہاں ویسی ہی تقلید چاہتے تھے۔ اس تقلید کا رواج، ہنگامہ پسندوں کے لیے تباہ کن ہوتا تھا جس کو وہ چاہتے نہ تھے۔ اسی لیے ان ہمسایہ ریاستوں کے فرمانرواؤں نے چنگ تو کے فرمانروا کے ہاں پری پیکر طوائفوں، خوش گلو معنیوں، اور رنک ملائک مغلانیوں کا ایک تحفہ روانہ کیا تاکہ فرمانروا، حسن کے اس جہرٹ میں یوں محو ہو جائے کہ یہی اس کا فریضہ حیات اور تقدیر بنے رہیں۔ ان فرمانرواؤں کا یہ تیر نشانہ پر لگا اور چنگ تو کا فرمانروا یوں محو عیش و نشاط ہو گیا کہ کنفوشیس کو ریاست چھوڑتے ہی بن پڑی۔

۸۲ ق م میں ان کے اکلوتے لڑکے کا انتقال ہو گیا
ایک سال بعد ان کے عزیز شاگرد ”ین ہونی“ اور کچھ دنوں بعد ان کے

دوسرے شاگرد ذلیٰ کو نے انتقال کیا۔ مسلسل مددے کنفوشیس کے لیے
 سویان روح بنے رہے۔ ذلیٰ کو کی موت کے بعد کنفوشیس نے ایک خواب
 دیکھا کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اس خواب کی
 صحیح تعبیر کچھ ہی دنوں بعد نکلی۔ کنفوشیس کے آخری لمحات انتہائی المناک
 اور حسرت نصیب تھے۔ اس عظیم المرتبت فلسفی اور عرفانی نے اس
 دنیا کو تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑا۔ ان کے قریب نہ آل و اولاد تھی
 نہ شاگرد و پیرو جو اس مرنے والے کا سوگ کر سکتے۔ مگر قوم نے اپنے اس
 ممتاز فرزند کے آخری رسومات بڑی شان سے ادا کیں۔ انکا عظیم الشان
 مقبرہ تیار کیا گیا جو آج چینیوں کا کعبہ سمجھا جاتا ہے۔ کنفوشیس کی تعلیمات
 اور داعیات پر لاکھوں چینی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اپنے راہنما کی موت کے
 بعد وہ انہی تعلیمات کے پرستار و پابند رہے۔ اور کنفوشیس کو اپنا
 ہما تھا قرار دیا۔

کنفوشیس ایک مذہبی راہنما یا درویش نہ تھے جو آسمانی
 یا ربانی پیام کے حامل ہونے کا دعوے کرتے بلکہ ان کا مدعا نوع انسانی کی
 فلاح تھا جس کے لیے وہ اخلاقی قدروں کو ترویج دیتے تھے۔ وہ دیوتاؤں
 اور بتوں، ارواح نیک و بد اور مافوق الفطرت طاقتوں کے معتقد نہ
 تھے اور نہ انہوں نے ان سے کبھی مدد طلب کی۔ وہ جس عہد میں
 پیدا ہوئے اس عہد میں مذہب کی برتری اور اہمیت کا دور دورہ تھا
 مگر کنفوشیس ان سب سے ہٹ کر انسانی فلاح کا پیام دے گئے۔ انکا

تفکر جن گتھیوں کو سلجھانا چاہتا تھا وہ انسانی حیات، فطرت اور مرئی دنیا کے مسائل تھے۔ وہ اپنے دماغ کو یہ زحمت نہیں دینا چاہتے تھے کہ مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے اور انسان کا کیا حال ہوتا ہے۔

کنفوشیس کسی مذہب و ملت کا پیام لیکر نہیں آئے۔ انھوں نے پیغمبری کا دعوے نہیں کیا۔ ان کا پیام یہی تھا کہ ”اگر تم اپنے علم اور تجربے کو وسیع کرنا چاہتے ہو تو مطالعہ کرتے رہو یہی مطالعہ کائنات کے سارے رموز و حکمت کو سمجھا دیگا۔ ان کا یہ ایتقان تھا کہ ”جو اپنی ہستی اور ذات کو فراموش کر کے خدا اور اس کے صفات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ نادان ہے وہ مراب کے پیچھے دوڑ رہا ہے جسے وہ مدت العمر تک پانہ سلیگا“

کنفوشیس کی تعلیمات | چین کی اس نامور شخصیت نے جو ورثہ چھوڑا ہے وہ حیات انسانی کا ایسا درماں ہے جو اسے ہر خطرے سے بچائے رکھیگا۔ انسانیت کے اس پیغمبر نے یہ پیام دیا کہ اس کائنات کا ہر فرد ”انسان بہتر“ ہو جائے۔ اس مقام پر پہنچنے کے لیے انھوں نے پانچ صفات کو جزو لاینفک قرار دیا۔ ان بلندیوں پر لے جانے والی صفات قدر ہمایہ، عدل و انصاف، احساس حقوق و فرائض، شائستگی، اخلاق اور علم و صداقت ہیں۔ ”انسان بہتر“ انہی صفات کا حامل ہے جس کا یہ وصف ہے کہ وہ اپنی ہستی اور حقیقت کو نہیں بھولتا۔ وہ

تہائیوں میں بھی اپنے آپ سے قریب اور جماعت کا جزا ہے وہ آگے کی جانب بڑھتا ہے۔ اس مرد صالح کی زندگی کا یہی پیام تھا جسے اس نے اپنی عمر کھو کر دنیا کو دیا۔ کنفوشیس تعلیم کے بڑے حامی تھے۔ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ ”صحیح علم سے انسان اپنے آپ کو پاسکتا ہے۔ علم میں انسان کی روح پوشیدہ ہے۔ علم ہی درحقیقت نیکی اور صداقت ہے۔ علم صحیح حاصل ہونے کے بعد وہ کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔“ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو ’علم‘ آجائے تو وہ دوسروں کی راہنمائی کرے ورنہ اس کا خاموش ہی رہنا بہتر ہے تاکہ اس کی لاعلمی کی وجہ سے دوسروں کو کہیں نقصان نہ پہنچے۔“

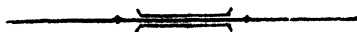
کنفوشیت اس راہنما کی زندگی کا ورثہ ہے جو آج بھی چین میں اسی طرح محفوظ ہے۔ ان بزرگ انسانوں کے وجود سے وہ کامل حکومت چاہتے تھے جس کی اساس جمہوریت ہو۔ ان تعلیمات نے عوام کے قلب و نظر میں جو وسعتیں پیدا کیں اس کا ثبوت ان تعلیمات کا قبول ہونا اور زندہ و جاوید ہونا ہے۔

آج بھی جبکہ دنیا میں ناسیت اور فسطائیت دنیا کی تخریب کے لیے بڑھے جا رہے ہیں۔ کنفوشیت چین میں قائم ہے اور اس کا وہی احترام برقرار ہے۔

اس فلسفی عالم باعمل نے آخری ایام میں ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس کتاب کا نام ”چن چو کنگ“ یا ”بہار و خزاں“

ہے جس میں دو سو بیالیس سال کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ چینی ادیب اور چینی عوام کے تئیں یہ ایک مقدس سرمایہ ہے۔ اس کتاب کے حافظ آج بھی موجود ہیں۔ کنفو شیس کی موت کے دو سو سال بعد خاندان سن کے ایک فرمانروا شی ہوانگ ٹی، جس کو ”شہنشاہ اول“ کہا جاتا تھا، نے کنفو شیس کی تمام تصانیف کو نذر آتش کر دیا چونکہ وہ یہ چاہتا نہ تھا کہ اس کے عہد سے پیشتر کی کوئی تاریخ رہے۔ مگر اس کو اپنے اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ کنفو شیس کی تمام تصانیف تعلیمات عوام کو حفظ تھیں۔ انھوں نے اس کو پھر زندگی بخشی اور آج تک وہ زندہ ہیں۔

چین کا یہ ممتاز فرزند بے کسی کے عالم میں اس جہان سے گذر گیا۔ سمجھا یہ گیا تھا کہ یہ موت قالب کے ساتھ اس کی روح حیات کو بھی ختم کر دیگی۔ مگر اس کے جاودان پیام نے ہر مغفل کا مقابلہ کیا اور آج تک زندہ ہے۔ اور اپنے ساتھ اس راہنما کو بھی زندہ رکھے ہوئے ہے۔ آج بھی چین اور ساری دنیا میں قبل مسیح کے اس راہنما کی توقیر و تکریم میں کوئی کمی نہ آئی۔



لیوزے

کنفوشیس کے ساتھ جس شخص نے اپنے کارناموں سے اپنا نام و مقام پیدا کیا وہ لیو ذے ہے۔ لیو ذے کنفوشیس کا ہم عصر ہے ان دونوں کی راہیں بالکل جدا جدا تھیں۔ دونوں کا شعور نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور ان کی خدمت گذاری تھا۔ اسی نصب العین کو لے کر دونوں اٹھے، آگے بڑھے اور اتنی دور چلے گئے کہ ان دونوں میں صرف مقام و مکان کا امتیاز ہی نہ تھا بلکہ تفکر اور شعور بھی مختلف و جدا جدا تھے۔

چینی زبان میں لیو ذے کے کبرسن، ضعیف یا بوڑھے کو کہتے ہیں۔ لیو ذے کے متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ وہ باسٹھ سال کی عمر میں پیدا ہوا۔ اور جب یہ پیدا ہوا تھا، ضعیفی کی وجہ سے سر کے بال سفید اور کمر خم ہو چکی تھی۔ اکثر وقائع نگاروں کا یہ کہنا ہے کہ لیو ذے بہتر یا اکاشی سال کی عمر میں اس دنیا میں آیا۔ سالوں کے اس البٹ پیر سے قطع نظر سب اس پر ضرور متفق ہیں کہ وہ عالم ضعیفی ہی میں پیدا ہوا۔

لیو ذے سنہ ق م میں ریاست چن میں، جس کو آج کل صوبہ ہونان کہا جاتا ہے پیدا ہوا۔ ابتدائے عمر ہی سے لیو ذے کو علم کا شوق

تھا۔ اسی لیے لیوڈے نے معلموں اور مکتبوں سے استفادہ کیا۔ خدا داد ذہانت اور شوق کی بدولت وہ بہت جلد ایک عالم بن گیا۔ اور اس کی فضیلت نے اس کے اطراف طالب علموں اور شاگردوں کا ایک ہجوم جمع کر لیا۔ اس کی قابلیت کی وجہ سے اس کو کتب خانہ شاہی کا ہتم بھی مقرر کیا گیا۔

لیوڈے کا نام اس کی تعلیمات اور فلسفہ کی بدولت زندہ ہے۔ اس کی تعلیمات نے آگے چل کر ایک مذہب کی شکل اختیار کر لی۔ چینی عوام اس کو ٹیو آزم یا لیوڈیت مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں۔ اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے فلسفے پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس فلسفے کا مفصل ذکر اس کی اپنی تصنیف ”ٹیو۔ ٹی۔ کنگ“ میں ہے۔ جو دو حصوں اور چھپاسی ابواب میں منقسم ہے۔

لیوڈے کی تعلیمات | انسان کی کامیاب زندگی کا انحصار اور وہ نجات
اسی میں مضمر ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ دے۔ اپنی
فطرت سے ذہنی امور کو خارج کر لے۔ اس کی برتری، تقدس اور عظمت
کا ذریعہ یہی ہے کہ وہ دنیا سے کوئی مادی رشتہ و ناتہ نہ رکھے۔

اس دور میں جبکہ کنفوشیس اور لیوڈے نوع انسانی کے لیے امن اور نجات کے یہ پیامات دے رہے تھے سارے چین میں طوائف الملوک اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ کئی ریاستیں آپس میں دست و گریباں ہو رہی تھیں۔ شاہی کے مظالم نے عوام کو بد حال بنا رکھا تھا۔ اس پر انصافہ ایک قیامت خیز طوفان سے ہوا کہ جس کے بے پناہ سیلاب نے لاکھوں

عوام کو خانماں برباد کر دیا۔ ان مختلف قیامتوں نے عوام کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ ان بربادیوں میں فطرت یا کوئی غیبی طاقت کار فرما ہے۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے لیوڈے نے ترک دنیا کو ترجیح دی۔

چینی عوام کی ایک بڑی تعداد بھی غیر مرنی قوتوں کی قائل تھی۔ ان کے تین جن، بھوت اور بد ارواح، انسانی تقدیر کے قادر تھے۔ وہ ان غیر انسانی ہستیوں کو ان مصیبتوں کا خالق سمجھتے تھے انھیں منانے کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دیتے تھے۔ وہ ان کی انوکھی قوت کے قائل اور پرستار تھے۔ لیوڈے نے اسی گروہ کی ترجمانی اور راہنمائی کی۔ اور روحانیت یا تصور پرستی کی بنیادوں پر اپنے فلسفے کو آگے بڑھایا۔

لیوڈے کے فلسفے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن دو شقوں میں منقسم ہے۔ جنھیں ”یاگت“ اور ”یین“ کہا جاتا ہے۔ یاگت مذکر، خلقی، اور مثبت خصوصیات کا حامل ہے اور یین مؤنث منفی اور اکتسابی خصوصیات رکھتا ہے۔ یاگت کو پروا لے کر تھانپ اور یین کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جب ان دونوں میں ہم آہنگی اور ارتباط رہتا ہے تو دنیا میں امن اور شانسی کا دور دورہ رہتا ہے۔ ہم آہنگی اور یکسانیت کے یہ عناصر لیوڈے کے خیال کے بموجب مٹی، دھات، لکڑی، آگ اور پانی میں بھی موجود ہیں۔ جب ان دونوں میں آہنگی اور ارتباط مفقود ہو جاتا ہے تو دنیا آلام اور

Dragon ے Yin ے Yang ے

۳۶
مصائب کا شکار ہو جاتی ہے۔ زلزلے آمدیمیاں، طوفان، جنگ اور قتل و غارتگری اس کے جلو میں چلے آتے ہیں۔

لیوڈے نے اس فلسفے کا اطلاق انسان پر بھی کیا کہ ”وہی شخص کامیاب رہتا ہے جس کے ظاہر اور باطن میں یاگت اورین جیسی ہم آہنگی ہو۔“ اس فلسفے کی تشریح میں اس نے اپنا سارا وقت اور زور بیان صرف کر دیا۔

لیوڈے کا فلسفہ کسی ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ اس کا تفکر اور اس کا فلسفہ جب کمزور پڑ جاتا ہے اور جب وہ کوئی جواب نہیں پاتا تو وہ ذومعنی مقولوں کی آڑ لیکر آگے بڑھتا ہے۔ اس سہارے پر وہ شکوک اور شبہات کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ جب لیوڈے کی فراست و عقل کسی گرہ کو سلجھانہ سکتی تو لیوڈے یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا اور اپنے معزز زمین کو بھی خاموش کر دیتا کہ ”یو عظیم اسی طرح عمل کرتا ہے۔“ اب یہ یو عظیم یا تو کوئی برتر ہستی ہے جسے خدا کہہ لیجیے یا پھر اس کی اپنی ذات ہے جو تہجلی یا ندائے غیب پا کر انسانی کاروان کو حکم سنا رہی ہو۔ لیوڈے ناقابل فہم مسائل کو یو کے سپرد کر کے خاموش رہتا اور شبہات کو برقرار ہی رکھتا ہے۔

لیوڈے نے ”انسان برتر“ کا فلسفہ بھی پیش کیا ہے۔ اس نے انسان برتر کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ ”وہی شخص انسان برتر ہوگا جو ماقبل ہو چونکہ وہ تصنع اور ظاہریت سے بے نیاز رہیگا۔ اسکی

It is the way of the great Tao!

استغنائی اس میں روشنی پیدا کریگی اور انکسار و شفقت اس کا کردار ہوگا۔
 لیونڈے ایک مصلح اور فلسفی ہے زیادہ خیالی یا تصور پرست تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عوام کنفوشیس کے پیام پر بہت زیادہ معتقد ہیں اور اس کی داعیات اور تعلیمات سے متاثر ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر متناہب ہوتا ہوا اپنا وطن چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ وہ یہ جانتا نہ تھا کہ اس کی آوازیوں کو جو جائیگی۔

لیونڈے کے فلسفے کی بنیاد ماورائی تھی۔ وہ اس دنیا سے جس میں وہ رہتا تھا کوئی تعلق نہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ ترک دنیا اور نیاگ کو فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ کنفوشیس اخلاقی فلسفے کا خالق تھا۔ وہ اخلاقی اور معاشرتی زندگی کی استواری کے لیے ایک نصب العین پیش کر رہا تھا۔ اسی لیے اس کے فلسفے میں ہم آہنگی اور توازن پایا جاتا تھا۔ جس کے باعث اس کے پیام کو وسیع طریقے پر قبول کیا گیا۔

لیونڈے ایک مایوس اور ناکام شخص کی طرح اس دنیا رخصت ہوا۔ یہ نہیں دریافت کیا جاسکا کہ اس کی گناہی کے پورے دن کس مقام پر اور کب ختم ہوئے۔ مگر اس ناکام اور نامراد فلسفی کو پانچ صدی بعد اس کے عقیدتمندوں نے پھر زندہ کیا۔ اور اس کے فلسفے کو مذہب کی حیثیت دی گئی۔ چین کے خاص تین مذاہب کنفوشیس کا مذہب، لیونڈیت اور بدھ مت ہیں۔ ان میں لیونڈیت اسی فلسفی کی یادگار ہے۔ جب پہلی صدی عیسوی میں چین میں بدھ مت پھیلا اور اس کے پیروؤں نے اپنے اپنے تبلیغ گھر اور منادر تعمیر کیے تو لیونڈیت کے حامیوں اور پیروؤں نے بھی معابد و منادر بنائے اور اس مذہب

چینی فلسفے میں کنفوشیس اور لیوڈے کے بعد سے کوئی خاص اور نمایاں تغیر نہیں ہوا بلکہ بعد کے مفکر اور فلسفیوں نے اسی فلسفے کی تشریح یا ترمیم کی ہے۔ کوئی نیا خیال یا نئے زاویے پیش نہیں ہوئے۔ مثلاً لیوڈے کا فلسفہ ارواح یا بھوت و جن، آج جدید چین میں لیوڈے کا فلسفہ کثیر خدائی کہا جاتا ہے۔ اور اسی کی تشریح و توضیح اس کے بعد کے فلسفیوں نے کی ہے۔

چین کا یہ خیالی فلسفی کہاں ابدی نیند سو رہا ہے، یہ اس کی گمنامی اور تارک الوطنی کے باعث معلوم نہ ہو سکا۔ مگر اس کا فلسفہ اس کی موت کے بعد بھی زندہ ہے اور آج بھی اس فلسفی کے تفکر کو چین میں وہی اہمیت حاصل ہے۔ جس کا وہ آرزو مند تھا۔ کنفوشیس اور لیوڈے کے تفکر نے چین کی ذہنی حیات کی تعمیر میں ہی کام کیا ہے جیسے سقراط، ارسطو اور فلاطون نے یونان میں انجام دیا۔



”شہنشاہی ہو انکسٹی“

(شہنشاہِ اول)

چین کے وسیع اور عریض رقبے میں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں، جو مختلف حکمرانوں کے زیر اقتدار اپنی اپنی روایات پر پابند تھیں۔ چینوں کی یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں نسل، رنگ، مذہب، زبان کی ہم آہنگی کے باوجود سیاسی اختلافات رکھتی تھیں۔ ان اختلافات کے باعث ان میں آئے دن لڑائیاں اور ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔ چین کا سیاسی اتحاد ہی ان ہنگاموں اور خلفشار کو ختم کر سکتا تھا۔ ان قصوں کو ختم کرنے والا اور متحدہ چین کی بنیاد رکھنے والا شی ہوانگ ٹی ہے جس نے ان تمام ریاستوں کو فتح کیا اور ایک مرکزی اقتدار کے تحت انھیں منظم کیا۔

شی ہوانگ ٹی شانگہ قوام میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق خاندان شاہی سے تھا۔ اس کے دادا نے صرف تین دن کی حکمرانی ہی کی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد شی ہوانگ ٹی کے والد نے تخت حاصل کیا۔ مگر تین سال کی حکمرانی کے بعد وہ بھی رحلت کر گیا۔ شی ہوانگ ٹی اپنے والد کی موت کے وقت بہت کم سن تھا۔ اُس کے

دوسرے رشتے دار یہ چاہتے تھے کہ خود تخت نشین ہو جائیں۔ شی ہوانگ ٹی کی عمر اس وقت تیرہ سال ہی تھی۔ گروہ انتہائی ذہین اور بہت دلیر تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے والد کے بعد وہی جانشین ہو جائے۔ اس کی اس سعی میں رشتہ داروں کی کچھ نہ چلی اور وہ تخت نشین ہو گیا۔

ریاست چین کا یہ فرمانروا سارے چین کا پہلا شہنشاہ ہے جس نے ایک وسیع تر شہنشاہیت قائم کی۔ اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی۔ شی ہوانگ ٹی نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کیا اور ہمسایہ ریاستوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ ہمسایہ حکمرانوں میں خاندان چاؤ بہت نامور اور ممتاز تھا۔ شی ہوانگ ٹی نے اس کو بھی فتح کر لیا۔ اس عظیم متحدہ ریاست کو اس نے سات صوبوں میں منقسم کر کے اپنے زیر اقتدار رکھا۔ اس مہتمم بالشان کا میا بی نے اس کے لیے فتوحات کا ایک راستہ پیدا کر دیا اور وہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کر کے ان کو اپنی شہنشاہیت میں ضم کر لیا۔ اس وقت اس کی عمر صرف سولہ سال ہی کی تھی اور شجاعت کا یہ عالم تھا۔ اس کی جہانبانی اور تسخیر سے سارے چین میں اضطراب پایا تھا۔ بعض طاقتور مملکتیں بغاوت اور شورش کی کوشش کر رہے تھے۔ شی ہوانگ ٹی کو جب ان کے ارادوں کا علم ہوا تو اس نے اپنی ریاست کو چھتیس ضلعوں میں تقسیم کر دیا۔ تاکہ نظم و نسق میں سہولت ہو اور معمولی سی سرکشی کا بھی فوری علم اور سدباب ہو سکے۔

ان فتوحات کے بعد شی ہوانگ ٹی نے ان ریاستوں کو متحد کرنا شروع کیا۔ ضبط و نظم کے لیے آئین بنائے۔ مختلف سیاسی اقتدارات کو ختم کر کے ان کو ایک مرکز پر لایا۔ اور اس طرح کئی ریاستوں میں بیٹے ہوئے ملک کو ایک وحدت بنایا۔ متحدہ چین کا یہ خالق نہ صرف ایک فاتح تھا کہ جس کا شوق جہاں جہاں ایک سیلاب یا طوفان کی طرح اٹھا اور پھر پڑ سکون ہو گیا بلکہ وہ ایک مہتر اور سیاست بھی تھا جس نے مفتوحہ علاقوں کو برقرار رکھنے کی سعی کی۔ اس کی سلطنت شمال اور جنوب میں کوریا سے خط استوا تک اور مشرقی کوریا سے مغرب میں صوبہ سنہنی اور صوبہ ذی شیون تک پھیلی ہوئی تھی۔ سلطنت میں شی ہوانگ ٹی تمام ریاستوں کا شہنشاہ ہو گیا تھا۔

فتوحات کے اس دور کے اختتام پر اس نے اصلاح کی جانب بھی توجہ کی۔ دارالسلطنت میں جا بجا سونے اور کانسے کے قدامت محسوسے استادمہ کروائے تاکہ عوام اس کے اقتدار سے مرعوب رہیں اور سرکشی کی جرات نہ کریں۔ مگر شی ہوانگ ٹی کی یہ سعی کارگر نہ ہو سکی چونکہ عوام اس اسراف اور فضول خرچی کو پسند نہ کر سکے۔ ان کے نمائندوں نے کنفوشیس اور لیوڈے کی تعلیمات سے مثالیں دیں اور ان کو اسراف قرار دیا۔ شی ہوانگ ٹی ان اعتراضات کو برداشت نہ کر سکا اور یہ عہد کر لیا کہ عہد قدیم کی کوئی تاریخ، کوئی تذکرہ اور قدیم کتابیں موجود ہی نہ رہیں۔ تاکہ عوام گذشتہ کے متعلق نہ کچھ جان سکیں اور نہ حال پر تنقید

کر سکیں۔ اسی لیے اس نے کئی کتب خانوں کو نذر آتش کر دیا۔ انفرادی طور پر جہاں بھی کتب ملے وہ سب برباد کر دیے گئے۔ اس کا یہ صحیح خیال تھا کہ چین کی تاریخ اُسی کے ہمد سے شروع ہو۔ اور اس کے پیشتر کا کوئی تذکرہ نہ رہے۔ اسی لیے اس نے شی ہوانگ ٹی (بمعنی شہنشاہ اول) کا لقب اختیار کر لیا۔ چین کے عالم، مورخ اور وقائع نگاروں نے اس کی حرکت پر جب اعتراض کیا تو وہ زندہ جلادیے گئے۔ اس نے کہا کہ چین کی تاریخ کا آغاز مجھ ہی سے ہوگا..... وہ کتابیں جو طب، نجوم، جوش اور زراعت سے متعلق تھیں شہنشاہ نے ان کے رکھنے کی اجازت دی۔ بقیہ کتابیں جلادی گئیں۔ مگر بعض کتابیں چوری سے محفوظ رکھی گئیں جن کی بدولت اس سے پیشتر کے حالات کا ہمیں علم ہوتا ہے۔

شی ہوانگ ٹی نے ایک عظیم الشان قصر تعمیر کروایا جس کا جواب روئے زمین پر ایک عرصے تک نہ تھا۔ تمام دروازوں پر پیر سے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ سنہری اور نقرئی کام، چھتوں پر جا بجا کیا ہوا تھا۔ آج بھی اس قصر کی بعض مہدم دیواریں موجود ہیں۔

شی ہوانگ ٹی نے ایک خواب دیکھا کہ کسی بیرونی ملک کا ایک باشندہ اس کی سلطنت میں داخل ہونا چاہتا ہے اور نیزہ لگا رہا ہے۔ اس کا قد ساٹھ فٹ تھا اور پیر دو دو گز لانے تھے۔ اس خواب نے اس کو پریشان کر دیا۔ اس نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ غیر مالک کے باشندے اس کی سلطنت پر قبضہ چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسے دیوار عظیم کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا تاکہ ان حلوں اور اندیشوں سے نجات ملے۔ چنانچہ رات دن تعمیر کراتے ہوئے تین سال کے

عرصے میں دیوار چین تیار ہوئی۔ اس کو چینی زبان میں "وان لی چانگ چنگ" (Wan Li Chang Cheng) کہتے ہیں۔ یہ دیوار روس ہزار میل لانی ہے اور اتنی چوڑی ہے کہ اس پر تین گھوڑے وقت واحد میں دوڑائے جاسکتے ہیں۔ دو دو میل کے فاصلے پر اس دیوار میں چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے گئے ہیں تاکہ ان میں فوجیں متعین رہ سکیں۔ جان کنٹر نے کہا ہے کہ دنیا کی تمام تعمیرات میں یہی دیوار ایک ایسی ہے جو مرتخ سے نظر آتی ہے۔ آج اس دیوار کا شمار ہفت عجائبات عالم میں ہے۔

شہنشاہ ہوانگ ٹی کا ایک اور اہم کارنامہ شاہی مہر کی ایجاد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دوسرے ممالک میں مہر کا رواج چین کی تقلید ہے۔ اس مہر پر مچھلیوں اور چڑیوں کی تصویر تھی۔ شہنشاہ ہوانگ ٹی کی زندگی ایک مسلسل عمل تھی۔ جو صرف رواں دواں رہی اور سکوت و ثبات کا منہ نہ دیکھا۔ بچے درپے فتوحات اصلاحات اور پھر عیش پرستی نے اس کو بہت جلد ضعیف بنا دیا۔ پندرہ سال کی فرمانروائی میں وہ بوڑھا ہو گیا اور انتہائی ناتوان اور کمزور ہوتا چلا گیا۔

شہنشاہ اول کا بڑا کارنامہ صرف متحدہ چین کی تشکیل ہے اس نے اس مقصد کے لیے ہر ریاست کی انفرادی روایات اور رسومات کو بھی ختم کروایا تاکہ ان میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے اور صحیح معنوں میں چین متحدہ ہو سکے۔ تجارت کو فروغ دینے اور ریاستوں میں میل جول اور تعلقات پیدا کرنے کے لیے کئی مہرئیں بنائیں اور بعض سواریاں بھی ایجاد

۳۹
کرائیں۔ قبل مسج کے اس عہد میں ایک سڑک چھ سو میل لائبریری تھی ۱۰
تھی جو انگریزی کے عظیم ارادوں کو آشکار کرتی ہے۔

۱۹۲۶ء ق م میں اس شہنشاہ نے وفات پائی۔ مورخین
نے اس کے عہد کو تاریک بتلانے کی سعی کی ہے۔ مورخین کے اس طرز
کی بنیاد تھی جو انگریزی کی ادب و کتب دشمنی قرار دی جاتی ہے۔

تاریخ چین میں تھی جو انگریزی وہ پہلا فرما زوا ہے جس کا
سیاسی اقتدار اہمیت رکھتا ہے۔ جس نے کوشش کی کہ چین متحد اور
ایک ہو جائے۔ آج اس کی یہ کوشش حافظہ سے نکل گئی ہے اور صرف
اس کی بنائی ہوئی دیوار موجود ہے جس کے تذکرے کے ساتھ ہی اس
شہنشاہ کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔

چائین گنگ

چائٹن لنگ کی حیات ایک فاضل ادیب اور عالم کی داستان ہے جو شہنشاہ ہوتے ہی دنیا کا نامور ترین جرنیل بھی بنا۔ وہ چین کے عظمت اور معراج کی آخری یادگار ہے، اس کے ہمد میں چین آزادی اور اقتدار کا ممتاز مظہر تھا۔ اس کی موت کے بعد شاہی کو ایسا زوال آیا کہ چند برسوں کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور جمہوریت کو جنم دیا۔ چائٹن لنگ ایک ادیب، آرٹسٹ، جرنیل، مدبر، سیاست اور سچا محب وطن تھا۔ مگر ابتدا میں وہ صرف ایک ادیب تھا بعد میں حوادث و اتفاقات نے اس کو سب کچھ بنا دیا۔

ماچھو خاندان کے بانی مشن چی نے چین میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اس نے منگ خاندان کو شکست دیکر اپنی شاہی کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی تین فرمانرواؤں نے بڑے سطوت و جلال سے فرمانروائی کی اور ملک کی فلاح و ارتقاء کے بہت سارے کام انجام دیے۔ ان سب میں ممتاز اور بلند چائٹن لنگ ہی کا دور حکومت تھا۔

چائٹن لنگ شہنشاہ ینگ چنگ کا ولیعهد تھا جو حرم کے

ایک خواص کی بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی مطالعہ اور تحقیق میں گذری۔ اس کو امور سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ حکومت کے نظم و نسق کی جانب مطلق توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس کے علمی شوق اور فضیلت نے اس کو دور دور تک مشہور کر رکھا تھا۔ وہ تصنیف تالیف یا تحقیق میں استفادہ محو تھا کہ عوام کی کسی حالت کا اس کو علم نہ تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا ہے اس کی عمر پچیس سال تھی۔ امرائے حکومت نے چائن لنگ کو مجبور کیا کہ وہ امور سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالے۔ چائن لنگ نے جواب دیا کہ ”کسی ملک کی حکمرانی بڑی ذمہ داریوں کا کام ہے۔ جو اعلیٰ روایات ہمارے اسلاف نے قائم کی ہیں انہیں ایک آن کے ساتھ لیکر آگے بڑھنا ہے تاکہ ملک اور ترقی کر سکے۔ عوام کے حقوق کی حفاظت اور بیرونی اقوام کے حملوں سے مادر وطن کا تحفظ ایسی ذمہ داریاں ہیں جسے میں شاید اچھی طرح انجام نہ دے سکوں۔“ چائن لنگ کا یہ جواب وزراء نے سلطنت کو استفادہ پسند آیا کہ وہ اسی کی تخت نشینی اور فرمانروائی چاہنے لگے۔ انہیں معلوم تھا کہ تخت و تاج کے حصول کے لیے دوسرے کشت و خون تک کہ جاتے ہیں مگر چائن لنگ کی بے نیازی کا عالم یہ ہے کہ وہ ولیعہد ہونے کے باوجود انکار کرتا ہے اور حکمرانی کے فرائض کا بڑا شدید احساس رکھتا ہے۔ انہی خصوصیات کے باعث وزراء نے چائن لنگ کو مجبور کیا کہ وہ تخت و تاج کی ذمہ داریاں سنبھال لے۔ چنانچہ چائن لنگ کے لیے اس متحدہ اصرار کو قبول کرنا ہی پڑا اور وہ ۱۸۳۵ء میں تخت نشین ہوا۔ تاج پوشی کے بعد اس نے چار تالیق مقرر کیے جو اسے امور سیاست سے واقف کراتے تھے۔

اس کے عہد کا پہلا اہم واقعہ یورپ کے مذہبی مبلغین اور

چینیوں کی باہمی کشمکش ہے۔ علیحدگی پسند چینی یہ چاہتے نہ تھے کہ عیسائیت اور دوسرے مذاہب کے داعی چین میں آکر اپنے اپنے مذاہب کا پرچار کریں اور چینی مذاہب اور ان کی انفرادیت کو ٹھیس پہنچائیں۔ چائن لنگ کے دادا کے زمانے سے یہ نفرت انگیز اور کشیدہ جذبات پرورش پا رہے تھے اس طویل عرصے میں یورپ کی مشنریز اپنے اثرات کو وسیع اور ہمہ گیر بنا رہے تھے۔ چائن لنگ نے امتناعی احکامات نافذ کر دیے کہ غیر مذاہب کی تبلیغ فوراً ختم کر دیجائے مگر یہ مبلغین جو تبلیغ کے سوا ایک سیاسی مقصد بھی لے آئے تھے ان پابندیوں کو گوارا نہ کر سکتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ جس پر چائن لنگ برہم ہو کر انھیں سخت ترین سزائیں دلائیں یہ کشمکش اس وقت شدید ترین ہو گئی جب جزائر فلپائن کے چینی باشندوں کو ہسپانوی باشندوں نے ان کے عیسائیت قبول نہ کرنے پر سخت سزائیں دیں اس سزا کا انتقام چین میں لیا گیا تمام ہسپانوی تبلیغ گھر جو چین میں تعمیر کیے گئے تھے انھیں مسمار کر دیا گیا اور ہسپانوی مبلغین کو چن چن کر قتل کیا گیا یہ تمام کارروائیاں خود شہنشاہ کے حکم سے کی گئیں۔

اس ہنگامے کے بعد ۱۷۵۷ء میں چائن لنگ کی ملکہ اور ولیعہد نے انتقال کیا ان دونوں کی موت بادشاہ کے لیے ایک ایسا صدمہ تھی جس کے غم سے وہ بہت دنوں تک رنجور و طول رہا۔ اپنے پایہ تخت کو چھوڑ کر جہپول کے علاقے میں مقیم ہو گیا جو کہ شمالی چین کا ایک فرحت بخش مقام ہے۔

وسط ایشیا کے جنگجو سردار، چین کی آزادی اور امن کے لیے ایک مستقل خطرہ تھے۔ چین کی سیاست میں جب کبھی وہ انخطاط دیکھتے

چین پر حملہ کر دیتے۔ چائن لنگ نے اس خطرے کو پوری طرح محسوس کیا اور یہ طے کیا کہ چین کے مستقبل کو اس خطرے کے ارتفاح سے امن کی ایک ضمانت دلائی جائے۔ چنانچہ اُس نے کثیر تربیت یافتہ فوج تیار کی اور مناسب موقعے کا منتلاشی رہا۔ وقت کا یہ انتظار اس لیے کیا جا رہا تھا کہ وسط ایشیا بد امنی، قتل و غارتگری کا ایک خونیں مرکز تھا۔ اس سے پیشتر شاہان چین کی یہ جرات نہ تھی کہ وہ اس باروت خانے میں چنگاری پھینکیں۔ چائن لنگ نے موافق موسم میں مناسب حالات کے ساتھ ایک کثیر فوج لیکر ان پر حملہ کر دیا اور انھیں شکست فاش دی وسط ایشیا کے تمام سرغنہ قبائل زیر کر لیے گئے۔ چائن لنگ کی اس مہم نے ملک کو امن اور آزادی کا ایک موقعہ دیا اور ان باغیوں کی سرکوبی کیا جو آئے دن فتنہ و شورش مچا رکھتے تھے۔ وسط ایشیا کے اس تسخیر کی تحریک بڑی دلچسپ ہے۔ خاشکرا ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ یہاں پر تخت نشینی کے لیے شاہی خاندان میں نزاعات چلے آ رہے تھے اس قضیے میں دیواستی کو ایک امیر امر سینا کی مدد سے تخت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔ امر سینا کی پشت ایک بادشاہ گر کی تھی وہ جسکو چاہتا تخت نشین کرتا۔ بعد میں اسکو خود فرماؤ کی حرص ہوئی اور اس نے دیواستی کو شکست دیکر اپنی شاہی کا آغاز کر دیا۔ دیواستی نے بھی اس شکست کا انتقام لینا چاہا۔ چند امیروں کی مدد سے اُس نے ایک فوج تیار کر لی اور امر سینا پر حملہ کر کے شکست دیا۔ امر سینا فرار ہو کر چائن لنگ کے دربار میں آیا اور خلع و باجگذاری کے وعدوں کے ساتھ امانت و امداد چاہی۔ چائن لنگ نے امر سینا سے وسط ایشیا کے تمام حالات معلوم

کر لیے! امرسینا کی آمد اور وسطی ایشیا کے حالات سے واقفیت درمحل وسط ایشیا کے ہم کی ذمہ دار ہے۔ چائن لنگ نے امرسینا کی فوجی مدد کی اور دیو آستی کو شکست دیکر اسکو تخت نشین کرایا۔ امرسینا تخت نشین ہونیکے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور چائن لنگ کے اقتدار سے منحرف ہو گیا نیز اس چینی فوج کو جو خاشکر میں متعین تھی اسکا بری طرح صفایا بھی کیا۔ امرسینا کی یہ حرکت چائن لنگ کے لیے ناقابل برداشت تھی! اس نے اپنے حامدین سلطنت کے مشوروں کے خلاف امرسینا کی مدد کی تھی جسکا بدلہ امرسینا نے اس بری طرح دیا۔ وہ پھرا ہوا وسط ایشیا پر حملہ آور ہوا۔ تاتاریوں، منگولوں اور ترکوں نے مقابلے کی کوشش کی مگر اسکے طوفانی لیغاب میں وہ تینکے کی طرح بہ گئے۔ اس ہم میں خاشکر، یارقند، خوقند اور سارا وسط ایشیا تسخیر کر لیا گیا۔

اس ہم کے بعد چائن لنگ نے ۶۱۵ء میں برما پر حملہ کیا اور اسکو فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ چینی افواج نیپال پر حملہ آور ہوئیں اور قبضہ کر لیا۔ اس طرح شہنشاہ چائن لنگ کی حدود افغانستان و ہندوستان کے قریب تک پھیلے ہوئے تھے۔

چائن لنگ عیسائیت اور مغربی اقوام کا سخت دشمن تھا اس نے تبلیغ عیسائیت کو حد و چین میں ممنوع قرار دیا۔ بیرونی تاجروں پر کڑی نگرانی کا انتظام کیا۔ بندرگاہوں پر ایک خاص عہدہ دار جو، جو پو کے نام سے بھی مشہور ہے، کا تقرر کیا گیا کہ وہ درآمد اور برآمد پر نگرانی رکھے۔ ان سختیوں اور پابندیوں کو دیکھ کر جارج سوم شہنشاہ انگلستان نے چائن لنگ کے دربار میں اپنے قاصد میکارٹنی کو روانہ کیا۔ مگر چائن لنگ نے میکارٹنی کو بے نیل مرام لوٹنے پر مجبور کیا۔ ان ناکامیوں

کا حل مغربی اقوام نے عجیب و غریب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کثیر مقدار میں افیون کی درآمد شروع کر دی۔ چینیوں میں افیون کے اس شدید استعمال نے اخلاقی و مالی نقصانات پیدا کر دیے۔ مائچو حکمرانوں نے افیون کی تجارت کو ختم کر نیکے لیے موت کی سزا بھی مقرر کی۔ انتہا یہ ہوئی کہ افیون کی اسی تجارت کے سلسلے میں بیرونی اقوام اور چین میں ۱۸۴۰ء میں جنگ بھی ہوئی جس میں چین کو شکست اٹھانی پڑی۔

چائٹن لنگ کو ۱۸۹۵ء میں سخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ چونکہ چینی قانون کے لحاظ سے کوئی فرما نہ اپنی عمر کے ساتھ سال پورے ہونیکے بعد حکومت نہیں کر سکتا تھا۔ چائٹن لنگ مائچو خاندان کا آخری فرما نہو ہے جسکے عہد میں چین کی قوت، اقتدار اور طاقت سے مخالف قوتیں سر اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتی تھیں۔

چائٹن لنگ کا دور فتوحات سے قطع نظر اندرونی طور پر امن و امان کا حامل تھا۔ غریبوں اور کسانوں کی فلاح کے لیے چائٹن لنگ نے کئی قوانین بنائے۔ مشہور چینی جامعہ ہان لن کی نئی تنظیم کیگئی اور اسے علم و تحقیق کا ایک عظیم الشان مرکز بنایا۔ ملک میں کئی چھوٹے چھوٹے کتب خانے اور بڑے بڑے شہروں میں مرکزی کتب خانے قائم کیے گئے۔ چائٹن لنگ نے ہذا تہ ناول نویسی اور مصوری میں فن کاروں کے ساتھ حصہ لیا اور انکے معیار کو اگے بڑھایا شاہری میں چائٹن لنگ کا دور "ہید زبرین" کے نام سے موسوم ہے۔

چائٹن لنگ چین کا وہ عالم، دبتر، فن کار اور جنگجو فرما نہو ہے جس نے اپنی قابلیت سے چین کی علمی اور سیاسی زندگی میں بیش بہا اور گرانقدر اضافے کیے۔ نیز شاہی خاندان کا وہ آخری فرد ہے جو چین کے عظمت و جلال کا ایک ممتاز منظر ہے۔

”ملک و ڈاویج“

(رسی شی)

ہر قوم و ملک کی تاریخ میں ایسے کئی مواقع آئے ہیں کہ کسی
 خاتون نے حکمرانی و جہاننابانی کی ہے۔ چین کی ہزاروں سال کی زندگی میں بھی
 ایک وقت ایسا آیا کہ ایک خاتون کو فرما زروانی کا موقع ملا۔ مگر اسکی بعض ایسی
 انوکھی اور دلچسپ روایات ہیں جنکی نظیر ہمیں کسی دوسری جگہ مشکل سے ملیجی۔
 کسی ساحر نے پیشین گوئی کی تھی کہ ”جب چین پر کوئی عورت حکمراں ہو جائے تو
 پھر چین میں شاہی خاندان برقرار نہیں رہ سکتا۔ ملک میں ایک نیا نظام رائج
 ہو جائیگا جو شاہی کا مخالف ہوگا۔“ چینی ساحر کی یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح
 نکلی۔ ملکہ ڈاؤ بجر شاہی خاندان کی آخری مضبوط گڑھی تھی کہ جس کے ٹوٹنے پر
 چین کی ہزاروں سال کی شاہی بھی ٹوٹ گئی۔ یہ ملکہ اپنی قوت اور تدبیر میں بھی
 بے مثل تھی۔ جس ماحول میں اس کو حکمرانی کا موقع ملا وہ کچھ اسقدر اضطرابی اور
 سیلاب صفت تھا کہ بڑی سے بڑی شخصیت بھی سکون پیدا کرنے سے قاصر رہتی۔
 ملک جب ملوکیت اور جمہوریت کی کشمکش میں گرفتار تھا ملکہ ہی کی وہ شخصیت
 تھی جو ایک وسیع گروہ کی قیادت کر رہی تھی۔ اسکی زندگی ایک ایسی داستان
 ہے جس میں تخت و تاج کی ریشہ دو انیاں، ملوکیت، کاعروج و زوال اور

ملک کے سیاسی فتنے بپا ہیں جو ہر شاہی خاندان کا ایک لوازم ہے۔
یہ قطعیت سے نہیں کہا جاسکتا کہ تہی شی کہاں پیدا ہوئی۔
بعض مورخین نے یہ بتلایا ہے کہ صوبہ ہونان یا صوبہ انہوئی میں پیدا ہوئی۔
چینی تمدن میں لڑکی کی پیدائش کو نیک بخت اور مبارک تصور نہیں کیا جاتا تھا
اسی لیے تہی شی کی کوئی خاص تربیت نہ ہو سکی۔ تہی شی کے والد ہونوئی چینگ
شاہی افواج کے کمانڈر تھے۔ ماچو شہنشاہوں کا یہ حکم تھا کہ "شہنشاہی
افواج کی کمان وہی شخص کرے جو نسلا ماچو ہو۔" اس لحاظ سے یہ معلوم کیا
جاسکتا ہے کہ تہی شی بھی نسلا ماچو تھی۔ وہ تہی شی کو "غنی چاؤ" کے نام سے
پکارتے تھے۔ ہونوئی چینگ کا انتقال تہی شی کی کمسنی ہی میں ہو گیا۔ بالی شواریوں
سے بچے رہنے اور گذر بسر کی سہولت کے لیے تہی شی اپنی ماں کے ساتھ ایک
رشتے دار کے ہاں سیکنگ چلی آئی۔ اس رشتے دار نے تہی شی کی تعلیم و تربیت
کی طرف توجہ مہذول کی اور جہاں تک بن پڑا اسکی مدد کی۔ تہی شی نے
کنفوشیس کی تعلیمات کو حفظ کیا اور ادبیات عالیہ کا مختصر سا مطالعہ بھی کیا
وہ بہت ذہین اور فریس تھی۔ اس مختصر سی تعلیم اور ذہانت نے اس پر
ایسی چلا دی گی کہ وہ معزز اور مہذب خواتین کی صفوں میں شمار کی جانے
لگی تعلیم و تربیت کے انہی دنوں میں وہ اپنے ایک رشتے دار جیٹ لو کی
کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ ان دونوں کا ارتباط زمانے کی مختلف شواریوں
کے باوجود آخر تک برقرار رہا۔

جب تہی شی نے شباب کی منزل میں قدم رکھا، عوام

The little Chao & Hwei - Cheng &
Jung - Lu

اسے یوہانا نالا پھارنے لگے۔ ”یوہا“ اور ”نالا“ شمالی چین کے، جو کہ دیوارِ عظیم کے اس پار ہے، دو مختلف قبیلے تھے۔ ان دو قبیلوں کو نور اچو نامی ایک فوجی عہدہ دار نے بوجہ متحد کیا۔ اس اتحاد کے بعد نور اچو نے دیوارِ چین عبور کیا اور چین پر حملہ کر دیا۔ حکمران شہنشاہ کو شکست دیکر خود چین کا بادشاہ بن بیٹھا۔ نور اچو اور اسکے بعد کے حکمران چنگت یا ماچو خاندان کے لقب سے چین پر حکومت کرنے لگے۔ یوہانا نالا اس خاندان کا قدیم اور ابتدائی نام تھا۔ چنانچہ اس نام سے ہسی شی مشہور ہوئی۔ ہسی شی یا یوہانا نالا کی شہرت کے ساتھ عوام کو اس ساحر کی پیشینگوئی بھی یاد آگئی کہ چین پر جب کوئی عورت حکومت کریگی تو حکمران خاندان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا۔ لیکن عوام نے اس پیشینگوئی کی کوئی اہمیت محسوس نہ کی کیونکہ یہ پیشینگوئی دوسرے شاہی دستاویزات کے ساتھ کسی آہنی صندوق میں محفوظ رکھی گئی تھی۔ چینی روایت کے مطابق حکمران خاندان کی تاریخ، اس کے زمانہ حکومت کے دوران میں نہیں لکھی جاتی تھی بلکہ اس کے مکمل زوال کے بعد اس خاندان کی تاریخ لکھی جاتی تھی۔ چنانچہ ماچو خاندان کے زمانہ حکومت میں جو اہم واقعات ہوئے انہیں دستاویزات کی شکل میں محفوظ رکھ لیا گیا۔ جب ماچو خاندان کے مکمل زوال کے بعد اسکی تاریخ مدفن کی جانے لگی تو دستاویزات میں یہ اہم پیشینگوئی بھی نکلی۔

چینی رسوم کے مطابق ہر شہنشاہ کو، کسی خاص رکھنے کی اجازت تھی۔ ان خواصوں کو شہنشاہ کی والدہ منتخب کرتی تھیں۔ چنانچہ جب شہنشاہ سن فنگ کے لیے خواصوں کا انتخاب ہو رہا تھا، ہسی شی کی ماں نے

ہستی شہی کو بھی مجبور کیا کہ وہ اس انتخاب میں شریک ہو کر اپنی قسمت آزمائی کرے
 انہی دنوں بھنگت کو سے اسکا بیاہ بھی ہونے والا تھا۔ مگر ماں کی مستقبل سے وابستہ
 خوش آئند تعلقات نے اس بیاہ کی پرواہ کیے بغیر ہستی شہی کو انتخاب کے لیے بھیجا
 ہستی شہی کے حسین خدو خال اور اس کا حسن اس قابل تھے کہ وہ منتخب کر لی
 جائے۔ چنانچہ وہ منتخب ہو گئی اور اس کی بچپن کی وہ محبت جو بھنگت کو سے
 تھی بیاہ کی بندھنوں میں آنے لگی۔ ہستی شہی یا امی ہونالا کے جمال نے شہنشاہ
 شننگنگ کو مسحور کر دیا۔ وہ اسپر ہی طرح ریحہ گیا اور چمن کی حقیقی ملکہ سے
 بے پرواہی اور بے تعلقی کا اظہار کرنے لگا۔ امی ہونالا نے شننگنگ کی اس
 گرویدگی سے فائدہ اٹھا کر اس پر پورا قابو پایا۔ محل کی دوسری خواہمیں ہستی شہی
 کی اس عورت و وقار کو دیکھ نہ سکیں اور حسد و رقابت کے مارے کوشش کرنے
 لگیں کہ ہستی شہی کو شہنشاہ کی نظروں سے گرا دیا جائے۔ اس کوشش میں شہنشاہ
 کے دوست بھی شریک ہو گئے۔ چونکہ ہستی شہی کے عشق میں شہنشاہ استقدر گم
 تھا کہ اسکے اپنے دوست بھی فراموش ہو چکے تھے۔ انہی دنوں ہستی شہی کے وقار
 میں اور اضافہ ہوا جب اس کے بطن سے شہزادہ پیدا ہوا۔ چینی قوانین اور
 رسوم و رواج کے مطابق جب کبھی کسی عورت سے شہزادہ تولد ہو جائے تو وہ
 تخت کا وارث نامزد کیا جاتا اور اسکی ماں ملکہ تسلیم کی جاتی تھی۔ ہستی شہی
 بھی اس رواج کے مطابق ملکہ تسلیم کی گئی۔

شہزادے کی ولادت پر چینی مضمون 'ساحروں' اور جوتشوں
 نے زائچے بنانے شروع کیے اور ان سبھوں نے کہا کہ شہزادے کی پیدائش
 ایک نیک فال ہے۔ حسن اتفاق سے بغاوت ٹیپنگ میں شاہی خاندان کو
 باغیوں کے مقابلے میں کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی نے ملکہ کی توقیر میں چاہیچاہی

لگا دیے۔ شہنشاہ نے اس کو ”مغربی قصر کی ملکہ“ کا خطاب دیا۔

اس قدر افزائی اور عزت و توقیر نے ملکہ کو استقدر اختیار دیدیے کہ وہ اموری سلطنت پر چھا گئی۔ سلطنت کا سارا نظم و نسق اس کے صلاح و مشورے کے بغیر انجام نہیں پاسکتا تھا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد شہنشاہ بھی ملکہ کے اس طرز عمل سے بیزار ہو گیا۔ جب شہنشاہ نے اس میں بیرونی باشندوں اور چینوں میں جنگ ہوئی تو سارے اقتدار کی مالک ہی تھی۔ اسکی بدقسمتی کا آغاز اس لمحے سے شروع ہوا جب اس جنگ میں چینوں کو شکست ہوئی۔ ملکہ کے مخالفین نے اس شکست کا سارا الزام ملکہ کے سر تھوپا۔ خصوصاً سوشن نے جو ملکہ کا سخت ترین دشمن تھا، شہنشاہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپ کو ملکہ کے پنجے سے علیحدہ کر لے اور فوراً پکینگ سے جیہول چلا جائے تاکہ ملکہ سے دور رہ سکے۔ بادشاہ، ملکہ کی مخالفت کے باوجود جیہول چلا گیا۔ ملکہ کی یہ ایسی شکست تھی کہ اسکی طاقت و اقتدار کا شیرازہ برہم ہونے لگا اور یہیں سے اسکا فوری زوال شروع ہوا۔ چینوں کی شکست سے ملک میں بیرونی اقتدار دن بدن پھیلتا جا رہا تھا۔ عوام کی پریشانیاں مخالفانہ رنگ اختیار کر رہی تھیں۔ ان بدقسمتیوں میں اور اضافہ ہوا جبکہ ۱۶۶۷ء میں شہنشاہ شن فنگ کا انتقال ہو گیا۔ اور چین کے تخت طاؤس پر ایک ہنج سالہ شہزادہ کو اننگ سوجلوہ مگن ہوا۔ اسوقت نیابت کے دو دعویدار تھے ایک خود ملکہ تھی اور دوسرے شہزادہ یائی تھے جنھیں شن فنگ نے نامزد کیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں میں تصادم شروع ہوا۔ ملکہ نے اپنے پرانے چہیتے جنگ کو کی مدد سے شہزادہ یائی کو شکست دی اور خود کس شہزادے کی نائب بن گئی۔ ان اندرونی نزاعات کے زمانے میں بیرونی باشندوں نے

اپنے اپنے مفادات کو اور محکم کرنا شروع کیا۔

اس وقت ملک میں دو سیاسی جماعتیں تھیں۔ ایک قدامت پسند جماعت تھی جس میں شاہی خاندان کے افراد، امراء اور کنفوشین کے پیرو تھے۔ یہ جماعت ملکہ کو اپنا قائد اور نجات دہندہ سمجھتی تھی۔ دوسری جماعت اصلاح پسندوں کی تھی جس میں ملک کے تمام ترقی پسند عناصر شریک تھے اس جماعت کا اثر صرف جنوبی چین میں تھا۔ اصلاح پسندوں نے بادشاہ کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ بادشاہ بھی خودیہ چاہتا تھا کہ ملک سے چٹکارا پائے۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کی تحریک پر ملک میں اصلاحات کا نفاذ کر دیا اور اس کوشش میں لگاکر ہاکہ ملکہ کے حاشیہ برداروں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے۔ اس کی نظر پہلے ملکہ کے محبوب ساتھی جنگت لو پر پڑی۔ اس کام کے لیے اس نے ایک فوجی عہدہ دار یان شی کائی کو منتخب کیا۔ گریان شی کائی نے بادشاہ سے خداری کی اور اس سازش کا حال ملکہ سے کہہ دیا۔ ملکہ اس سازش پر بے طرح بھری اور اصلاح پسندوں اور شہنشاہ پر حملہ کر دیا۔ اس تصادم میں شہنشاہ قید کر لیا گیا اور اصلاح پسندوں کو شکست ہوئی بلکہ میں پھر قدامت پسندوں کا دور شروع ہوا۔ کچھ دنوں تک اس بحران میں سکون رہا۔ مگر بہت جلد یہ دور ختم ہوا۔

جب چینی عوام ۱۹۱۱ء میں بیرونی باشندوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ملکہ نے اولاً تو عوام کا ساتھ دینے سے انکار کیا۔ مگر عوام نے ایک جھوٹی دستاویز ملکہ کو دکھلائی کہ بیرونی باشندے ملکہ کو تخت سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ وہ اس نئی مصیبت کے خوف سے سہم کر عوام کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے شاہی افواج کو حکم دیا کہ وہ

دشمن پر حملہ کریں۔ مغربی ممالک کو شکست ہو جاتی کیونکہ حکومت اور عوام متحدہ طور پر حملہ کر رہے تھے لیکن انھیں شکست اس لیے نہ ہو سکی کہ مغربی ممالک، برطانیہ، فرانس، امریکہ، اطالیہ، جرمنی، روس اور جاپان نے متحدہ طور پر چینوں کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست دی۔ یہ تصادم تاریخ میں بغاوت باکسر کے نام سے مشہور ہے۔ اصل یہ چینوں کی جنگ آزادی تھی جس پر بغاوت کا لیبل لگا ہوا ہے۔

اس ہنگامے کی ناکامی مانچو خاندان اور ملکہ کی ناکامی تھی۔ اس بغاوت کے بعد ملکہ نے کوشش کی کہ بیمار ملک میں پھر جا ڈالی جائے مگر ملکہ خود ضعیف ہو چکی تھی۔ عوام بھی ملکہ کے اصلاحات کو مرض کا صحیح علاج نہیں جانتے تھے۔ ان کے شعور میں انقلاب رچا ہوا تھا۔ ان کا ایقان جمہوری نظام حکومت میں تھا۔ ان مخالف قوتوں کے باعث ملکہ کا رہا سہا اقتدار بھی دم توڑنے لگا۔ ملکہ خود بھی آخری سانس لے رہی تھی کہ شہرے میں اس جہان گذران سے گذر گئی۔ ملکہ جب بستر مرگ پر اپنی آخری سانس پوری کر رہی تھی اس نے کہا کہ ”آئندہ کبھی کسی عورت کے ہاتھ میں چین کی سیاست و طاقت سونپ نہ دو۔ عورت کی حکمرانی ہمارے خاندان کے قوانین اور روایات کے خلاف ہے۔“ ملکہ کے مرنے کے تین سال بعد ہی سہی نام نہاد شاہی نے بھی اپنا آخری سانس لیا اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

ملکہ ڈاؤبجر کی زندگی بے ربطگی اور افراتفری اس عہد کی آئینہ دار ہے جس میں وہ زندہ تھی۔ اسکی بے سکون زندگی

وطن و قوم کے اضطراب کی ترجمان ہے۔ چین کی پانچ ہزار سال کی تاریخ میں یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا کہ ایک عورت جس کی حیثیت ایک خواص سے زیادہ نہ تھی، ملک کی سیاہ و سپید کی مالک بن بیٹھی اور اس جلال سے حکومت کی کہ شہنشاہ، امراء، عوام اور برہمنی باشندے سبھی سہم جاتے تھے۔ ملک کی بیچارگی اور عرصے سے پیدا شدہ زوال نے اسقدر کہلت نہ دی کہ وہ کامیاب حکومت کر سکتی۔ وہ غربت اور نامرادی کے عالم میں پیدا ہوئی تھی، ایک عارضی خوشحال زندگی گزار کر بربادی اور بے کسی کے عالم میں گذر گئی اور اپنے ساتھ ہمیشہ کے لیے نظام ملوکیت بھی لیتی چلی گئی۔



سَنَیَا سِن

اقبال نے کہا ہے کہ چین میں ہزاروں سال کے بعد کہیں
 زگس کا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ شاعر کا یہ خیال کسی اور جگہ شاعری یا
 مبالغہ یا خیال آفرینی ہو تو ہو مگر چین میں اس شعر کی صحیح تفسیر ملتی ہے۔
 کہا یہ جاتا ہے کہ چین میں کنفو شینس 'لیو ڈے' شی ہوانگ تی کے ہزاروں
 سال کے بعد سن یات سین پیدا ہوئے جنہوں نے چین کی ہزاروں سال
 کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ زوال پذیر ملک و قوم کو گرنے سے بچالیا اور
 ملک کی تعمیر نو کا آغاز کیا۔

چین کا یہ مسیحا ۱۸۶۲ء میں ۱۲ نومبر کو صوبہ کوانگٹونگ
 کے ایک دیہات چوہنگ میں پیدا ہوا۔ یہ دیہات جنوبی چین کے
 آخری حصے میں واقع ہے۔ اور اپنی فرحت بخش آب و ہوا کے لیے
 مشہور ہے۔ سن یات سین کے والد جزیرہ میکاؤ کے باشندے
 تھے اور زراعت پر اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ اس زمانے میں کسانوں
 کی حالت اتہائی اتر تھی۔ دیوالیہ حکومت اپنے محاصل کی پابجائی
 ان غریب کسانوں سے کرتی تھی۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک کے

فضیلت اور علمیت کو یوں دھچکا پہنچائے جسٹن معنوب ہوے اور خود ہی تعلیم ترک کر دی۔ اپنے والد کو مجبور کیا کہ کسی اور جگہ تعلیم کے لیے مجھ کو سن کے والد کی مفلسی اور بیچارگی سن کی خواہش کا خود ایک جواب تھی چنانچہ سن کو کئی دنوں تک تعلیم سے محروم رہنا پڑا۔ ان فرصتوں میں سن نے اپنے آپ یہ کوشش کی کہ ادبیات عالیہ کے مفہوم اور معانی کو سمجھ سکے اس ذاتی کوشش نے سن کی دلچسپیوں کو اور وسیع کر دیا۔

اسی اثنا میں سن کو ۱۸۷۹ء میں چین سے باہر جانے کا موقع ملا۔ اُن کے ایک بھائی ڈے۔ کو جو ہونولولو میں تجارت کرتے تھے، چین آئے ہوئے تھے۔ جب وہ واپس ہو رہے تھے سن بھی انکے ساتھ ہو گئے۔ اس وقت انکی عمر بارہ سال تھی۔ اس کم عمری میں سن کا شوق خیالات اور رجحانات یہ بتلا رہے تھے کہ اس شخصیت میں جدید چین کا خالق چھپا بیٹھا ہے۔ وہ ہونولولو کے ایک سن اسکول میں شریک ہو گئے، بہت ہی قلیل عرصے میں اتنی اچھی انگریزی سیکھ لی کہ جزائر ہوائی کے فرمانروانے اس قابلیت کے اعتراف میں ایک انجیل بطور انعام دی۔

تمام مشاہیر عالم کی زندگیاں شاہد ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں کئی دور، کئی منازل اور کئی مرحلوں سے گذرتے ہیں۔ سن یاٹ سین نے اپنے اس دور طالب علمی کے اختتام پر بھائی کے ساتھ تجارت میں شرکت کی مگر عدم دلچسپی کے باعث چھ ماہ بعد اس کو بھی چھوڑ دیا اور پھر ایک کالج میں شریک ہوئے۔ مگر بھائی نے ۱۸۸۰ء میں چین واپس بھیجا دیا۔ اور یہ سلسلہ بھی ناتمام رہا۔

سن کی اس تعلیم سے خاندان والوں کو بڑی توقعات

تعمین کہ انھیں حکومت کا کوئی عہدہ ملے گا اور اس طرح خاندان کا برسوں کا
 افلاس دور ہو جائیگا۔ مگر سن کا مزاج ہی برہم تھا۔ وہ موجودہ نظام سے
 نکرانا چاہتے تھے۔ مغرب کے علوم و فنون کے مطالعے نے انہیں ترقی اور
 آزادی کا شعور پیدا کر رکھا تھا۔ رشتے داروں کو پہلی ناکامی اس لمحے میں ہی
 جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ سن ہونو لولو میں اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائی ہو گئے
 ہیں۔ سن یہ سمجھتے تھے کہ چینی مذہب کی روایتی بت پرستی، انسانی اور ناک کو
 جامد بنا دیتی ہے۔ وہ بت پرستی کے خلاف آزادانہ اظہار رائے کرنے لگے۔
 سن کی یہ حرکت عوام تو درکنار اہل خاندان کے لیے بھی باعث اذیت تھی
 مذہب سے یہ انحراف دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ ایک روز سن نوجوانوں کے
 ایک گروہ کو لیکر کسی مندر میں پہنچے اور بے پناہ بنے ہوئے کہتے چلے گئے کہ
 ”یہ رنگ بزمگ کے مٹی، پتھر، لکڑی اور دھاتوں کے خاموش
 اور مردہ بت ہماری پریشانیاں رفع کرنے سے قاصر ہیں۔ ہماری چیخیں،
 ہماری کراہیں، ہماری دعائیں اور ہماری التجائیں یہ سب ان تک پہنچنے
 اور ان میں حرکت پیدا کرنے سے مجبور ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے وہ
 مندر کے سب سے بڑے دیوتا کے قریب گئے اور اسکی چوٹی انگلی کاٹ
 ڈالی۔ سن کی اس گستاخانہ حرکت کو دیکھ کر سارے ساتھی فرار ہو گئے
 سن کے ان خیالات نے عوام کو خوفزدہ کر دیا۔ وہ سن کو جلا وطن کرنے
 پر تلے ہوئے تھے۔ انھیں یہ موقعہ ہاتھ آیا کہ سن کو جس نے چین کے سب
 سے بڑے دیوتا کو ناراض کیا ہے، شہر سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ سن کو
 ہانگ کانگ بھجوا دیا گیا۔

سن یات سین کے لیے ہانگ کانگ کا قیام رحمت ثابت ہوا

وہ یہاں کوئٹہ کالج میں شریک ہو گئے ۱۹۵۷ء میں، جبکہ انکی عمر ابھی بیس سال کی تھی، طیلسان حاصل کر لی۔ اسکے بعد ایک طبیہ کالج میں، جو ابھی ابھی ”پاک سائی“ کے نام سے قائم کیا گیا تھا، شرکت اور ۱۹۵۷ء میں اس امتحان میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔

ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سن ۱۹۵۸ء میں نے صوبہ کینٹن میں پریکٹس شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ حنفیہ طور پر انقلاب کی تیاریاں بھی کرتے رہے۔ ان دنوں خاندان مانچو کے ظلم و استبداد عوام کی زندگی تنگ تھی۔ ان کمزور اور جاہر شہنشاہوں کا ہر حکم قانون کی حیثیت رکھتا تھا اور جس سے سرتابی کی سزا موت تھی۔ ماورلوٹن کی اس زبوں حالی نے سن ۱۹۵۸ء میں انقلابی جذبات میں ایک ٹراڈ پیسٹکا جو دکھتی آگ بنا جا رہا تھا۔ سن ان دنوں مانچو خاندان کے خاتمہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ وہ عوام میں یہ کہلان کے انقلابی اور مخالقات شعور کو بیدار کر رہے تھے کہ ”مانچو فرما زوا، نسلا چینی نہیں ہیں اس لیے یہ ان کی اپنی حکومت ناجائز اور تخریبی ہے۔ وہ کسی طرح بھی ”پسربت“ ہونے کا دعوے نہیں کر سکتے۔“ سن کے اس پڑھتے ہوئے باغیانہ سیلاب کو ان کے والدین بھی روک نہ سکے اور ان کی کسی مدد سے انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حلقہ کر لیا۔ سن کے ساتھ چینی عوام کا وہی گروہ تھا جسکے شعور میں آزادی اور ترقی کا نصب العین رچا ہوا تھا۔ چین سے باہر کے قیام نے سن کو مغربی تہذیب و سیاست اور نئی نئی تحریکات سے متاثر کیا تھا۔ سن نے یہ محسوس کیا کہ آزادی اور ارتقاء کے غماہان، فرزندان وطن کی جماعت مجلس نوجوانان چین ہے

میں شریک رہ کر ایک مرکزیت پیدا کر لی جائے اور انقلاب کا پرچار کیا جائے۔ یسن کی شرکت نے حکومت کو سرا سیمہ کر دیا۔ چونکہ سن کی سرگذشت زندگی اور باغیانہ خیالات سے حکومت واقف تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ چینی نوجوان ہجوم در ہجوم یسن کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔

اسی اثنار میں ۱۹۱۳ء میں چین و جاپان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ سے سن یات سین کو اپنے خیالات کی تبلیغ کا موقع ملا کہ ”چینی حکومت کی کمزوری ہی کی وجہ سے ساری مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ ان تمام بربادیوں کا علاج شاہی کا خاتمہ اور جمہوریت کا قیام ہے“ حکومت اپنے خلاف اس اشتعال انگیزی سے خائف ہو گئی اور سن اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کا حکمنامہ جاری کیا۔ سن فرار ہو گئے اور ان کے ساتھی گرفتار کر لیے گئے اور انھیں قتل بھی کر دیا گیا۔ سن کی گرفتاری کے لیے ایک لاکھ پونڈ انعام کا اعلان کیا گیا۔ سن یات سین جزائر ہوائی سے جاپان ہوتے ہوئے یورپ اور امریکہ چلے گئے۔

سن کی یہ جلا وطنی چین کے لیے اور خود ان کے لیے ایک رحمت بن گئی۔ ترقی یافتہ اقوام کے معیار زندگی اور انکے بلند نصب العین نے انکے ارادوں میں تہلکہ مچا دیا اور انکے عزم کو اور رسا کر دیا۔ نیز قومی تحریک کو کامیاب اور رواں دواں بنانے کے لیے یورپ اور امریکہ سے قرض لینے کی کوشش کی۔ مگر ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ایک حادثہ ٹوٹ پڑا۔ وہ اغوا کر لیے گئے اور چینی سفارت خانے میں بارہ دن محبوس اور نظر بند رکھے رہے۔ ممکن تھا کہ انھیں انتہائی سخت سزا دی جاتی اگر انکے پڑا پے رفیق سر جیمز کینٹائل انکی مدد نہ کرتے۔ سر جیمز ہانگ کانگ میں سن کیسا

تعلیم پاتے تھے۔ انھوں نے سن کی بے گناہی کا ثبوت حکومت برطانیہ تک پہنچایا اور سن کو رہائی دلائی۔ اس دوران میں چینی سفیر مقیم لندن انکے قتل کی کارروائی کر رہا تھا۔

اس رہائی کے بعد وہ جاپان لوٹے۔ ان دنوں تمام چینی عوام، جو وطن سے باہر مقیم تھے، ملک کی زبوں حالی کا خاتمہ چاہتے تھے انکا مدد تھا کہ انقلاب کے ذریعے مانچو شاہی کو ختم کیا جائے اور نیا نظام حکومت رائج کیا جائے۔ ان تمام باشندوں نے ۱۹۰۵ء میں اپنی ایک انقلابی جماعت بنائی جسکا نام ”تنگ منہائی“ رکھا گیا۔ اس جماعت کے مفسدین مقرر ہوئے جو ان دنوں یورپ میں تھے۔ یہی جماعت آگے چلکر کوفتائنگ، عوام کی قومی جماعت، بنی۔ جس میں چیں کی دوسری تمام انقلابی اور ترقی پسند جماعتیں ضم ہو گئیں۔ اس جماعت میں ہزاروں محبان وطن شریک تھے جو انقلاب کو کامیاب بنانے کے لیے خفیہ طور پر عوام کو متحد کر رہے تھے۔ چینی سرمایہ دار بھی اس تحریک میں شریک ہو کر مالی امداد دینے لگے چونکہ بیرونی اقوام کی وجہ سے انکی اپنی تجارت متاثر ہو رہی تھی۔ اس اتحاد اور یکجہتی کے ساتھ تمام چینی ایک مفدس نصب العین یہ لوفان کی طرح بچھے ہوئے ۱۹۱۱ء میں مانچو خاندان اور حکومت سے متصادم ہو گئے۔ اگست ۱۹۱۱ء کو ملک کے تمام مدارس، کارخانے اور دفاتر میں ہڑتالیں شروع ہوئیں اور حکومت کا مقاطعہ کیا جانے لگا۔ اس نازک صورت حال کے دوران میں انقلاب کے قائد

ڈاکٹر سن یونپ ہی میں تھے اور زیادہ سے زیادہ مالی امداد حاصل کر کے انقلابیوں کی مدد کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ اس عرصے میں انقلابیوں نے کئی صوبوں کو فتح کر لیا تھا۔ ڈسمبر تک سن بھی چین لوٹے۔ حکومت اپنی بے مائیگی اور لاجاری کا علاج یہی سمجھتی تھی کہ اگر اپنا قیام و بقا منظور ہے تو انقلابیوں سے صلح کر لیجائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت نے ایک امیر اور فوجی یان شی کانٹی کو مقرر کیا۔ مگر انقلابیوں اور خودیان فشی کانٹی نے خلوص کے ساتھ اسپر دھیان نہیں کیا۔ متو دن میں یہ انقلاب کامیاب کے ساتھ ختم ہو گیا۔ ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو کسن شہزادہ سوآن تنگ تخت سے معزول کر دیا گیا۔ اس طرح چین کی شاہی جو ۲۵ لاکھ ق م سے چلی آرہی تھی ۱۹۱۷ء میں ختم ہو گئی۔

عوام نے سن یا سین کو اس نئی اور نوخیز جمہوریہ کا صدر قرار دیا۔ مگر سن یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنے فرائض بخوبی اس وقت انجام دے سکیں گے جبکہ وہ صدارت سے علیحدہ ہی رہیں۔ چونکہ انکی اپنی رائے میں یان شی کانٹی کی شخصیت اور فوجی طاقت ایک مزاحمت تھی۔ اس لیے وہ شی کانٹی کو صدر بنا کر اپنا بنا لینا چاہتے تھے اور خود تعمیری امور میں مصروف رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تین دن کی صدارت کے بعد ۱۵ فروری کو شی کانٹی کو صدر جمہوریہ بنا کر سن فلاح و تعمیر کے پروگرام میں منہمک ہو گئے۔

سن نے انقلاب کو مکمل طور سے کامیاب بنانیکے لیے اسکے تین دور مقرر کیے۔ انقلاب کو اس طرح تقسیم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ چینی عوام

سیاسی طور پر بہت پیچھے واقع تھے۔ اور انقلاب کے فوراً ہی بعد جمہوریت کی وسیع ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی انہیں طاقت نہ تھی۔ پہلا دور فوجی حکومت کا تھا اور اسکو اسوقت تک باقی رکھنا منظور تھا جب تک کہ ملک میں کامل امن و امان قائم نہ ہو جائے اور سرکش و باغی عناصر اور جنگجو امراء کی طاقت ختم نہ ہو جائے۔ دوسرا دور سیاسی محافظت کا تھا جس میں عوام کو جدید نظام حکومت سے واقف کرانا تھا اور انہیں ترقی کے مواقع فراہم کرتے ہوئے خود کفیل بنانا تھا۔ یہ دو تیسرے دور کے آغاز تک جاری رکھا جانا منظور تھا جبکہ دستوری حکومت رفتہ رفتہ اپنی ذمہ داریاں آپ سنبھال لے۔ یہ تیسرا دور ۱۹۳۷ء سے شروع ہونا چاہیے تھا مگر جنگ چین و جاپان کے باعث اسکا آغاز نہ ہو سکا۔ سن نے پروگرام کے پہلے دور کو کامیاب بنانے میں تمام توجہ صرف کی مگر ملک کی یہ بدقسمتی تھی کہ سن نے جسکو صدر جمہوریہ بنایا تھا وہ خود شاہی کا خواب دیکھنے لگا اور جمہوریت کی جڑیں کاٹنی شروع کیں۔ چینی عوام نے ہزاروں سال کے بعد جن بیش قیمت قربانیوں سے اپنے کندھوں کو جن بار سے سبکدوش کیا تھا وہی پھر مسلط ہو رہا تھا۔ یان شی کائی نے مطلق العنان ہو کر چینی پارلیمان کو کالعدم کرتے ہوئے اپنی تخت نشینی کی تاریخ بھی مقرر کر دی تھی۔ سن نے اس غدار اور دشمن وطن کے خلاف ایک دوسرا انقلاب کیا جو بدقسمتی سے کامیاب نہ ہو سکا۔ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۹۴۸ء میں یان شی کائی کا انتقال ہو گیا۔ سن نے اسکے انتقال کے بعد یہ کوشش

*War Lords & Military Rule &
Political Tutelage &*

کی کہ ملک میں اتحاد پیدا کیا جائے چونکہ یان شی کاٹی نے اپنے دور میں فوجی سرداروں کو اقتدار دیکر انکی قوت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا کہ وہ سب اپنی جگہ حکمران مقصور ہو رہے تھے۔ شی کاٹی کے مرنے کے بعد ان سرداروں نے اپنی آزادی کا اعلان بھی کر دیا۔ اسپرترزادیہ کہ یہ فوجی سردار آپس میں بھی دستہ گریباں ہو رہے تھے چونکہ انہیں دوسروں کا اقتدار پسند نہ تھا۔ شمالی چین میں ان سرداروں کی بڑی طاقت و قوت تھی بسن نے بڑی کوشش کی کہ انکو زیر کیا جائے اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی جائے۔ مگر اسپسین تن کو ناکامی ہوئی۔ چنانچہ شمال سے مایوس ہو کر جنوبی چین کو انقلاب اور جمہوریت کا مرکز قرار دیا۔

سن نے چین کے ارتقاء کے لیے ۱۹۲۱ء میں ایک پروگرام بنایا جسکا انحصار انکے پیش کردہ تین نظریوں پر ہے۔ یہ نظریے قومیت، جمہوریت اور عوام کی مرفہ العالی یا اشتراکیت کے نام سے موسوم ہیں۔ ان نظریوں کی تشکیل میں سن یات سین کا سیاسی نصب العین اور اعتقادات کار فرما ہیں۔ وہ یہ یقین کرتے تھے کہ ترقی کے لیے اتحاد کی ضرورت ہے جو بغیر جذبہ قومیت کی تخلیق کے ممکن نہیں۔ سن نے یہ کہہ کر کہ چین صرف چینوں کا ہے۔ انکے جذبہ قوم پرستی کو متحرک و بیدار کیا۔ اس جذبہ کی پیدائش سے عوام میں مانچو حکمرانوں اور بیرونی طاقتوں کے خلاف انتہائی شدید جذبات پیدا ہو گئے۔

اس شعور کے پیدا ہو جانے کے بعد سن یات سین نے جمہوریت کی ترویج کو ضروری سمجھا۔ چونکہ عوام آزادی اور مساوات کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ مقصد، عدلیہ اور عادلانہ عوام کے ختم نامندے

شریک ہوں جو انکی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اپنے تیسرے نظریے عوام کی مرفہ الحالی یا اشتراکیت، میں زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کے فروغ و وسعت کو ملک کی ترقی کا جزو لازم قرار دیا۔ چونکہ ان پیشوں کے ارتقاء سے ملک کا متوسط اور غریب طبقہ کثیر مقدار میں استفادہ کر سکتا ہے مگر اسکے لیے اشتراکی اصول پسند کیے گئے کہ ان کارخانوں میں حکومت اپنا سرمایہ لگائے ورنہ سرمایہ دار طبقہ ان پر مسلط ہو کر پرولتاریہ پر پھر گراں نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر سن کے یہ نظریے صرف خیال آفرینی یا نظریے ہی رہتے اگر بیرونی ممالک خصوصاً روس، انکی مالی امداد نہ کرتے مغربی ممالک، بالخصوص برطانیہ اور فرانس، سن یا ت سین کے نظریوں کو اپنی امداد کے ذریعے، عملی طور پر ترقی پاتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے چینی عوام کا قومی احساس اور جمہوریت و اشتراکیت کی طرف اقدام، انکے مفاد کے مغائر تھا۔ وہ متحد اور طاقتور چین کے جنم کو اپنی موت سمجھتے تھے۔ سن کو ان ممالک کے سلوک سے ناامیدی اور مایوسی ہوئی۔ چنانچہ وہ روس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے رفیق کار چیانگ کائی شیک کو ۱۹۲۲ء میں اس غرض کے لیے روس روانہ کیا کہ جتنی امداد ممکن ہو سکے حاصل کی جائے۔ روس بھی چین کی امداد کا از خود خواہاں تھا۔ چونکہ انقلاب روس نے وہاں کی سیاست میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کر رکھی تھی۔ روس کے مدبر اور سیاست اپنے سیاسی تصورات کو بین قومی بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ چیانگ کائی شیک نے روسی مدبرین اور عہدہ داران مملکت سے ملاقات کی اور معاہدہ امداد و اتحاد طے کیا۔

اس معاہدے کی ترتیب کے بعد سن یات سین نے ایک مرکزی مجلس عاملہ بنائی جس کو عوام کی صلاح کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اس مجلس میں اشتہانی ماہرین کو شریک کیا گیا کہ انکے صلاح و مشورے سے نئے نظامت مرتب ہوں۔ ان مساعی سے یعنی عوام اور مزدوروں کی حالت دن بدن بہتر ہوئی جا رہی تھی اور وہ سن کی ان کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے بہر قیمت اپنے قائد کا ساتھ دے رہے تھے۔ کوششوں کی قومی کانگریس کا پہلا اجلاس جب مارچ ۱۹۲۲ء میں مرتب ہوا تو کانگریس نے سن یات سین کے تین نظریوں اور اصلاحات کو جلسہ عام میں منظور کیا۔ اور ایک قرارداد بھی منظور کی کہ ”تین نظریے چین کا سیاسی مسلک ہیں۔ جن پر حکومت اور عوام دونوں پابند رہیں گے۔“

سن نے آزادی اور ترقی کی یہ راہیں ابھی ابھی دریافت کی تھیں اور ان میں مزید ترقی و وسعت دینا چاہتے تھے کہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو انتقال کر گئے۔ چین کا یہ معمار اور قائد اپنے ساتھیوں کو بزمِ مرگ سے آخری لمحہ بھی یہ پیام دیا کہ ”انقلاب ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ ساتھیو بڑھے چلو۔“

۲۰ فروری ۱۹۲۵ء کو جب سن یات سین کی حالت انتہائی نازک ہو چکی تھی کہ وہ موت کو ہر لمحہ محسوس کر رہے تھے۔ اس وقت انھوں نے قوم کے نام وصیت کی کہ

”چالیس سال کی طول مدت سے میں نے عوام کے انقلاب کی خاطر اپنی جان و مال اور اپنا سارا سرمایہ جیتا

سب کچھ وقف کر دیا ہے۔ اس سہی میں میرا صرف ایک ہی مقصد رہا ہے کہ چین آزادی حاصل کرے اور اقوام عالم کی صف میں ممتاز مقام پیدا کرے۔ ان چالیس سال کی مدت میں جو تجربہ کہ مجھے حاصل ہوا ہے اس کی بنا پر بغیر کسی پس و پیش اور تردد کے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقصد کے حصول کے لیے عوام کے شعور کو مکمل طور سے بیدار کرنا چاہیے اور دنیا کے ان تمام عوام سے رشتہ اتحاد پیدا کرنا چاہیے جو آزادی کی متحدہ کشمکش میں منہمک ہیں اور اس کشمکش میں ہمیں اپنے ساتھ سمجھتے ہیں۔

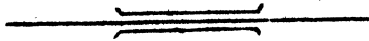
ہمارا انقلاب ابھی مکمل طور سے کامیاب نہام کو نہیں پہنچا ہے۔ میرے تمام احباب اور ہم خیال ساتھیوں کو چاہیے کہ وہ میرے بنائے ہوئے ”قومی تعمیر کار کے پروگرام“ ”تعمیر نو کے بنیادی مسائل“، ”عوام کے تین نظریے“ اور اس ”نشور“ پر، جسکو کو فتانگ کی پہلی قومی کانگریس نے منظور اور شایع کیا ہے، پوری طرح سے پابند رہیں اور انکو عملی جامہ پہنانے کی حد درجہ کوشش کریں، اور پر غلو میں طریقے پر انکو کامیاب بنائیں۔ اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ جلد از جلد، قومی کانفرنس میں ہم نے جو کچھ اعلان کیا ہے، اسکو عملی صورت دیں۔ ہمارے ساتھ بیرونی ممالک کے جو غیر مساویانہ معاہدات ہیں انہیں بالکل فسخ کر دینی جدوجہد کریں۔

میری یہ دلی تمنا ہے اور آپ لوگوں کو انکی کامیابی
کے لیے ذمہ دار قرار دیتا ہوں“ فقط

”سن سین“

سن سین یات سین آج بھی ساری قوم کا محبوب ہیرو ہے۔
عوام اپنے قائد کی پرستش آج بھی کرتے ہیں۔ ہر گھر میں انکی تصویر آویزا
ہے۔ ہر سیاسی اور قومی جلسے میں سن سین کی تصویر یا مجسمے کو پہلے بے
نقاب کیا جاتا ہے۔ عوام تعظیم میں سر جھکا دیتے ہیں۔ انکی وصیت
مذہبی احکام کی طرح بلند آوازیں پڑھی جاتی ہے تب کہیں تقریب کا
آغاز ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سن سین یات سین کی آخری آرام گاہ نانکنگ میں ہے
ایک خوبصورت مرمرین مقبرے میں سن سین کی روح آج تک چین میں زندہ
ہے اور ہر ایک چینی کے قالب میں اسی حرکت اور توانائی کے ساتھ
دوڑتی پھرتی ہے جسے سن سین نے اپنے میں پروان چڑھایا تھا۔



”چیانگ کانگ کی شکست“

کہتے ہیں کہ چین کی گیتی سے صرف تین اشخاص ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی شخصیت، فضیلت اور خدمات سے دنیا کی تاریخ میں ایک ممتاز ترین مقام پیدا کر لیا ہے۔ یہ تین شخصیتیں کنفوشیس، ڈاکٹر سن یات سین اور جزیسمو چیانگ کاٹی ٹیک ہیں۔ کنفوشیس ہزاروں سال پرانی یادگار ہیں۔ ڈاکٹر سن یات سین موجودہ چین کے خالق ہیں اور جزیسمو چیانگ کاٹی ٹیک اپنے میٹرو کی تخلیق کے مسیحا اور کارساز۔ چین کی عالمی عظمت اور معراج کا احیاء جو ایک معجزے سے کم نہیں، سن اور کاٹی ٹیک ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ گوراستے کی دشوار گذاریوں اور صعوبتوں نے ان کی منزل کو دور سے دور کر دیا ہے مگر جوان ہمت قائد کی دلیریاں چینی قوم کو مستقبل کی طرف لیے ہی جا رہی ہیں۔ چیانگ کاٹی ٹیک کی حیات ان کی اپنی حیات نہیں ہے بلکہ قوم و ملک کی سیاست اور اس کے ارتقاء کی ایک داستان ہے۔ یہی وہ ممتاز وصف ہے کہ ایک قائد کی حیات اسکی اپنی حیات نہیں بلکہ قوم کی حیات بن جاتی ہے۔ جب کسی ملک و قوم

کی زندگی میں یہ لمحہ آتا ہے تو وہ قوم جی اٹھتی اور جاگ جاتی ہے۔

چیانگ کائی شیک صوبہ چیکانگ کے ایک دیہات چیکافو میں پیدا ہوئے۔ انکے والدین متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کائی شیک کے والد نے تین شادیاں کی تھیں۔ کائی شیک تیسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ ابھی نو سال ہی کے تھے کہ ان کے والد قضا کر گئے۔ اور تربیت کی ساری ذمہ داریاں ماں کے سر آئیں۔ کائی شیک کی مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی کہ اپنی زندگی سکھ پین سے گزار سکیں۔ اس لیے ماں نے انتہائی مصیبت اور تنگدستی کے عالم میں مستقبل کے معمار کو پروان چڑھایا۔ ان گنت دشواریوں کے باوجود انھیں ایک کتب میں داخل کرایا۔ مگر ایک چھپے جوہر کو جس کی فطرت میں علم و عمل کی پنہائیاں مستور تھیں، کتب کی تعلیم پسند نہ آئی اور وہ کتب کی زندگی سے علیحدہ ہو گئے۔ مگر ماں نے گھر میں چینی ادبیات عالیہ اور مذہبی تعلیم کا خود ہی انتظام کیا۔ چیانگ کارجمان سپاہیانہ تھا۔ وہ میدانی کھیلوں اور ورزش کو تعلیم سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ انھیں اپنی کمسنی ہی میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ فوج میں ملازم ہو جائیں۔ اس مقصد کے ساتھ چیانگ ۱۹۱۶ء میں جاپان گئے کہ کسی فوجی کالج میں شریک ہو جائیں۔ مگر جاپانی فوجی اسکول نے انھیں شرکت کی اجازت نہ دی چونکہ ان کے پاس ہاتھو حکومت کا حکم نامہ نہ تھا۔ چیانگ مایوس لوٹے اور ممبوراپاوتینگ کے فوجی اسکول میں داخل ہو گئے۔ اس اسکول میں وہ زیر تربیت تھے ایک استاد نے دوران لکچر میں سنایا کہ امریکی

جمہوریہ کا صدر عام لوگوں کی طرح زندگی گزارتا ہے اور بلا تکلف ہر ایک سے ملتا ہے۔ چیانگ کانگائی شیک نے مداخلت کرتے ہوئے بڑے ہی جوش سے کہا تھا ”کیوں نہیں جناب وہ بھی تو ایک انسان ہے۔ وہ کیوں دوسرے انسانوں پر فوقیت پائے۔“ اسکی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے رنگ کو دیکھ کر استاد نے کہا ”چیانگ کانگائی نہ جانے آگے چل کر تم کیا بنو؟“

انہیں اپنے وطن کی زبوں حالی خصوصاً غیر اقوام کا اقتدار حکومت کا تشدد پھر زوال اور ہموطنوں کی بیچارگی اور مصیبت کو دیکھ کر سخت بےخ ہوتا۔ زرد زمین پر زرد نسل کے بجائے غیر اقوام عیش و حکومت کر رہے ہیں۔ اور چینی عوام فاقے، بھوک اور فحط کا شکار اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان بھاری طاقتوں کے خلاف مجلس نوجوانان چین کے چند سرچہرے بغاوت کیا کرتے ہیں۔ چیانگ کانگائی شیک کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ نوجوانان چین ملک کی تقدیر بدلنے والے ہیں۔ وہ بھی اس جماعت کی طرف کھینچے پلے گئے۔ شانہ عیس وہ انقلابی جماعت کے باضابطہ رکن ہو گئے۔ اور اپنی قدیم روایتی چوٹی کو انقلاب کی خفیہ سرگرمیوں کی خاطر کٹوا دیا جو زمانہ قدیم سے ہر چینی کے سر پر مسلط رہتی تھی۔

چیانگ کانگائی نے اسی سال پکنگ کے فوجی کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں پر تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ جاپان گئے اور اپنا اجازت نامہ تھلا کر شہنشاہی فوجی کالج میں داخلہ لے لیا۔ پھر وہ جاپانی فوج میں کئی سال تک لازم رہے اور حکومت جاپان کی وفاداری کا حلف اٹھایا

ان دنوں جاپان، چینی مہاجن وطن کی انقلابی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وطن سے نکالے ہوئے تمام رائدہ درگاہ یہیں جمع تھے۔ خوش قسمتی سے انہیں سلسلہء میں چین کے معمار اعظم اور انقلاب کے راہنما ڈاکٹر سن یات سین سے ملاقات کا موقع ملا۔ اس ملاقات نے چیانگ پر اتنا گہرا اثر کیا کہ انکے دل میں وطن کی محبت کے جو ثرارے فروزاں تھے وہ ایک دکھتا ہوا شعلہ بن گئے۔ وہ فوراً ہی انقلاب کے عملی مسائل میں شریک اور تنگ منہائی کے رکن ہو گئے۔

جب ۱۹۱۱ء میں چین میں انقلاب نے عملی صورت

اختیار کر لی، بے پناہ محب وطن آزادی اور کامرانی کے نشے میں چور ہر اس مخالفت سے ٹکرا رہے تھے جو انکی راہ میں حائل تھی، چیانگ کا فی شیک کے جذبات نچلے نہ بیٹھ سکے۔ وہ بھی تیز و تند طوفان کی طرح پھیرے ہوئے حلف وفاداری کے باوجود، جاپانی لازمت چھوڑ کر چین چلے آئے اور ان انقلابیوں میں مل گئے جو حکومت، فوج اور خاندان شاہی کے خلاف اپنی قوت کا منشا برہ کر رہے تھے۔ فرزند ان وطن کی نعشوں سے چینی سزکیں اور گلیاں پٹی پڑنی تھیں۔ مگر وہ بے نیاز بن کر آزادی کی خاطر آگے بڑھے جاتے تھے۔ جب انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی، قدیم مظاہر سیاست کی آخری سانسیں اکھڑ گئیں اور جمہوریت نے پہلا سانس لیا، چیانگ وطن ہو کر سن کے ساتھ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۵ء تک فلاح و تعمیر کے مسابلیں میں مصروف رہے۔ مگر چین کی بدقسمتیوں کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ان قربانیوں اور ایثار کے بعد ایک مطلق انحنان جابر

کی استبدادیت کے خاتمہ کی خاطر انھیں اور لہو بہانے کے لیے میدان میں آنا پڑا۔ خدار صدریان مٹی کاٹی اپنے فرائض کو نظر انداز کر کے بادشاہی کے خواب دیکھنے لگا اور حصول تخت کے لیے ریشہ دو انیاں شروع کیں۔ سن اور انکے ساتھی یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ملک پر ایک نیا جہنم بنے۔ وہ اس خدار کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ اس دوسرے انقلاب میں ایک مرتبہ سن کی جان خطرے میں پڑ گئی تھی چیانگ نے جب یہ دیکھا کہ انکا قائد ایک عظیم مصیبت میں گھرا ہوا ہے انھوں نے بلا کسی پس و پیش کے اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر سن کو بچا لیا اور خوش قسمتی سے خود بھی بچے رہے۔ اس واقعے نے سن کو اتنا متاثر کیا کہ وہ ایک موقع پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے کہ ”اگر میرے بعد میرے مشن کو کوئی کامیاب اختتام پر لیجا سکتا ہے تو وہ صرف چیانگ کاٹی ٹیک ہے“

تجارت اور ہر دلچیزی کے ان زینوں پر پہنچنے کے بعد چیانگ دفعۃً سیاست سے علیحدہ ہو گئے اور تجارت شروع کر دی۔ اس تبدیلی پر عوام یہ سمجھ بیٹھے کہ چیانگ خود غرض ہیں اور انھوں نے اپنے ذاتی مفاد کو وطن پر ترجیح دی۔ جو واقعہ یہ تھا۔ قومی تعمیر کیلئے ملک کو مالی کی ضرورت تھی جوافر مقدار میں موجود نہ تھا۔ چیانگ کچھ دنوں تک تجارت کرتے رہے اور جو کچھ آمدنی ہوئی اسکو انھوں نے قومی تعمیر میں صرف کیا جسے عوام بعد میں جان سکے۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں ایک بڑے سرمایہ کے ساتھ ملک کی سیاست میں دوبارہ شریک ہو گئے۔

ڈاکٹر سن یات سین کی کامیابی میں چیانگ کا بڑا حصہ ہے

چونکہ چیانگ کانگائی ٹیک، ڈاکٹر سن کے دست راست اور مشیر تھے اور ہر کام کو جو اہم اور راز ہوتا تھا، چیانگ ہی انجام دیتے تھے۔ اسی اعتماد اور یقین کی وجہ سے ایک مرتبہ ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹر سن اور چیانگ کانگائی ٹیک چھ دنوں تک مسلسل قومی تعمیر کے پروگرام پر ایک کانفرنس میں مصروف ہے یہ کانفرنس اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم تھی چونکہ شمال کے فوجی عہدہ دار مرکز کے خلاف سر اٹھا رہے تھے اور آپس میں مصروف جنگ تھے۔ صلح کی عالمی کانفرنس میں چین کی آواز تقارخاںوں میں گونج کر ناکام رہی اور کوئی بازگشت پیدا کرنے سے قاصر رہی تین کو تعمیر امور کے لیے مالیہ کی ضرورت تھی اور یہ امید برطانیہ اور فرانس سے پوری ہوتی دکھائی نہ دیتی تھی۔ ڈاکٹر سن نے چھ دنوں کے غور و خوض اور مشورے کے بعد چیانگ کانگائی ٹیک کو روس جانے پر آمادہ کیا تاکہ روس کی اعانت و مالی امداد سے تعمیری کام جاری رکھے جائیں ۱۹۲۳ء میں چیانگ روس گئے اور سوویت حکومت کے سامنے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ دوران قیام میں چیانگ کی ملاقات ٹرائسکی اور زینوفیف سے بھی ہوئی جو کونٹرن — بین الاقوامی اشتہالیت — کے روح رواں تھے۔ سوویت روس نے چیانگ کی خواہش کو پورا کیا اور دونوں ممالک میں اتحاد و دوستی کا معاہدہ مرتب ہوا۔ چھ ماہ بعد چیانگ چین واپس لوٹے اور فوج کے اعلیٰ عہدہ دار مقرر ہوئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد خود انہوں نے کینٹن سے قریب وجاں سو میں فوجی تربیت گاہ قائم کی اور ایک کثیر فوج تیار کی جو نئے طریقوں سے واقف اور جدید آلات حرب سے لیس تھی۔ چیانگ نے ایک سال کی قلیل مدت

میں یہ اتنا بڑا کا نامہ کر دکھایا کہ عوام ششدر اور متحیر ہو گئے۔ ۱۹۲۵ء میں
کو فتانگ کی مجلس قائمہ کے صدر بھی منتخب ہوئے۔ انہی خدمات کے
اعتراف کے طور پر یہ ڈاکٹر سن یات سین کے انتقال کے وقت چین
کی قومی افواج کے سپہ سالار ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر سن یات سین نے اپنے انتقال سے پیشتر ہی ^{نشینی}
کے انتظامات کر دیے تھے۔ وانگ چنگ وی کو سیاسی اقتدارت
دیے گئے تھے۔ فوجی نظم و نسق چیانگ کے تفویض کیا گیا تھا۔ وانگ چنگ
وی پیاری جماعت کا رکن تھا۔ اسلئے ڈاکٹر سن نے توازن پیدا کرنے
لیے بیینی جماعت کے ایک رکن ہوئے۔ ہاؤ۔ سن کو منتخب کیا۔ مگر یہ انتظام
سن کی موت کے بعد زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکا۔ ہوئے۔ ہاؤ۔ سن
نے بہت جلد انتقال کیا۔ چیانگ نے اس موقع کو غنیمت جان کر وانگ
چنگ وی کو ملحدہ کر دیا اور خود کو فتانگ کے صدر بن گئے۔

کو فتانگ کی قیادت اور ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد
چیانگ نے نظم و نسق کے ہر شعبہ میں اصلاحات نافذ کیے، اپنی اولین
توجہ فوج کی تربیت پر مبذول کی اور ایک کثیر تربیت یافتہ فوج تیار
کر لی۔ چیانگ کا یہ ایتقان تھا کہ جب تک چین متحد نہ ہو جائے اور مرکز
گریز قوتیں ختم نہ ہو جائیں اس وقت تک ملک کی ترقی کا تصور فضول ہے
چنانچہ چیانگ نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ ”————— چین

Rightists ۵

Leftists ۱

Hue - Hae - Hain ۵

کے ساتھ ممالک غیر کے جو غیر مساویانہ معاہدات ہیں، جب تک وہ محکم نہ ہو جائیں وہ اس وقت تک اپنی ہم جاری رکھیں گے کیونکہ اسکے بغیر چین آزاد نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر سن یات سین نے ملک کے سامنے جو تین نظریے

” قومیت، جمہوریت اور عوام کی مرفہ الحالی یا اشتراکیت —“

پیش کیے تھے چیانگ نے پہلے نظریہ قومیت اور اتحاد کو ترجیح دی اور کہا کہ ہمیں پہلے چین کو متحد کرنا چاہئے۔ یساریوں نے جن میں اشتہالی بھی تھے، چیانگ کی مخالفت کی اور کہا کہ شاہی خاندان کے جبر و استبداد کے باعث، نیز قحط، خانہ جنگی، بغاوت اور انقلاب کی وجہ سے عوام مفلس اور فاقہ کش ہو گئے ہیں۔ پہلے انھیں سنبھلنے اور اپنی حالت درست کرنے کے مواقع عطا کیے جائیں۔ قومیت اور اتحاد کی کوشش میں چیانگ کا ٹی شیک کو سرکش افراد سے لڑنا پڑیگا جس سے ملک کا امن متاثر ہوگا اور فاقہ کش عوام کی حالت بد سے بدتر ہو جائیگی۔ دو ٹوٹا اپنی اپنی جگہ مٹے تھے۔ اس ضد کی وجہ سے چیانگ اور اشتہالیوں میں اختلافات رونما ہو گئے جو آگے چل کر انتہائی شدید اور خطرناک ہو گئے ان اختلافات نے خطرناک صورت اختیار کر لی جب چیانگ کا ٹی شیک سرمایہ داروں اور مالکان بنک سے قرضہ حاصل کرنے شنگھائی گئے۔ سرمایہ داروں نے فوراً ہی چیانگ کی مدد بھی کی۔ چونکہ وہ اس رقم سے اشتہالیوں کا استیصال چاہ رہے تھے۔ اشتہالی، چیانگ کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکے اور بغاوت کر بیٹھے۔ چیانگ نے فوراً ہی اس بغاوت کو فرو کیا مگر اشتہالیوں نے ان سختیوں کے باوجود ہانگاو میں اپنی ایک علیحدہ حکومت قائم کر لی۔

اشتمالیوں سے ان اختلافات کے قطع نظر چیانگ کانگ کی تحریک نے قومیت اور اتحاد کے لیے شمالی چین کے فوجی عہدہ داروں پر حملہ کر دیا اور یکے بعد دیگرے ان کے علاقوں کو فتح کرتے گئے۔ یہ موسم جولائی ۱۹۲۵ء تک جاری رہی جبکہ شمالی چین کا دار الخلافہ پکنگ فتح کر لیا گیا۔ پکنگ کی فتح نے صحیح معنوں میں شمال اور جنوب کی مرکز گریز قوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی۔ سطح سارا چین چیانگ کے اقتدار میں آ گیا۔ اس فتح کے بعد پکنگ کے بعد نانکنگ دار الخلافہ قرار دیا گیا چونکہ پکنگ انتہائی شمال میں واقع تھا اور جنوب پر مناسب نگرانی نہیں جاسکتی تھی۔ نانکنگ کی اس قومی حکومت کو برطانیہ نے بھی ۱۹۲۵ء کے اواخر میں تسلیم کر لیا۔

ان فتوحات کے بعد چیانگ نے رفاہی اور تعمیری امور کی جانب توجہ کی۔ چنانچہ بانک میں کئی سو میل لائبریری اور ریڈیو بنائی گئیں اور فضائی رسل و رسائل کا سلسلہ بھی قائم کیا گیا۔ ان امور کی کامیابی کے لیے بیرونی ممالک، جرمنی، برطانیہ، فرانس اور بلجیم سے قرضے لیے گئے۔ ملک میں مقامی حکومت خود اختیاری کو رائج کیا گیا۔ کاشتکاروں کو کم سود پر قرضے دیے گئے اور ۱۹۳۱ء میں ایک قومی معاشی کونسل قائم کی گئی اور مجلس اقوام کے باہرین کو مشاورت اور راہنمائی کے لیے بلا یا گیا۔ کئی بانک قائم کیے گئے اور تعلیم عام کرنے کے لیے کئی سودا رس اور متعدد کالج قائم کیے گئے۔

حال ہی میں جز تیسہم نے معاشرتی انقلاب کے لیے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ یہ نئی تحریک "تحریک حیات نو" کے

نام سے مشہور ہے۔ جسکا مدعا قدیم اور جدید حیات بخش اصول کی ہم آہنگی سے ایک نیا فلسفہ زندگی پیش ہو سکے۔ نیکی، عدل، انصاف، اخلاق صالح جو اس نئے دور میں آخری سانس لے رہے ہیں انھیں فنا ہونے سے بچایا جائے۔ نیز مادیت کے اس دور کی تہذیب کو بھی یوں اختیار کیا جائے کہ قدیم آداب و اخلاق کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہ تحریک اہل مشرق کے مغرب پر فتح پانے کی تحریک سے اور چین کے اس عظمت کی ایک منظر ہے کہ چین مغرب سے متاثر ہو کر بھی مشرق کی روحانیت سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتا۔ اس تحریک کے داعی خود جوسیمو ہیں اور یہ تحریک قلیل عرصے میں بہت کامیاب نتائج پیش کر چکی ہے۔ مدام چیانگ اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر جلسوں تقریروں اور مضامین سے مستفید کرتی رہتی ہیں۔ چیانگ کا فی شک کا یہ خیال ہے کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو جائے تو ملک میں کسی نقص امن کا کوئی خدشہ نہ رہے گا چونکہ نئی تعلیم کے ساتھ ساتھ عوام میں اخلاقِ حسنہ بھی موجود رہیں گے۔

ان رفاہی کاموں سے ملک میں امن قائم ہونا چاہئے تھا مگر چین کی بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ چیانگ اور اشتالیوں میں جو اختلافات تھے وہ دن بدن گہرے اور وسیع ہو رہے تھے۔ چیانگ کو یہ شبہ تھا کہ اشتالی چین میں بالشویکی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں اس شبہ کو یوں بھی تقویت پہنچی کہ اشتالیوں کی بعض ایسی تحریکات چیانگ کو ملیں جن سے اسی مقصد کا اظہار ہوتا تھا۔ اشتالیوں نے چیانگ کی اتحاد کی تحریک کی مخالفت بھی کی تھی اور اپنی ایک طغیانی

۹۳

حکومت بھی قائم کر لی تھی۔ جب ناکنگت میں قومی حکومت قائم ہو گئی چیانگ نے کو فتانگ سے تمام اشتالیوں کو نکال باہر کیا۔ مشہور روحی جنرل گلین اور بروڈین کو ملک سے خارج کر دیا۔ نیز اشتالی تحریک کو ملک میں ممنوع قرار دیا۔ اسکے علاوہ انھیں ہانگکاؤ سے بھی نکال دیا گیا۔ اشتالیوں اسکی کوئی پرواہ نہ کی وہ نانچانگ میں پناہ گزین ہو کر اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دے لیے۔ یہیں پر اشتالیوں کے راہ نما جاو آئن لائی نے سرخ فوج کی بنیاد رکھی جو بہت جلد کثیر تعداد تک پہنچ گئی چیانگ کا فی ٹیک کی اس اشتالیت دشمنی کے باوجود اشتالی رجحانات عوام میں ہمہ گیریت حاصل کرتے جا رہے تھے۔ چین کے مزدور، کسان اور طالب علم سرخ جھنڈے کے تلے آئے دن جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ ملک کی معاشی پستی اور افلاس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ عوام مساوات اور ترقی کے اس سیاسی نظام کے موئید ہو جائیں۔ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو چیانگ کا فی ٹیک نے پسند نہیں کیا اور ۱۹۲۷ء میں ان پر دھاوا بول دیا مگر اشتالیوں نے قومی افواج کو تین چار مرتبہ ایسی فاش شکستیں دیں کہ چیانگ کو اپنے مستقبل سے خطرات پیدا ہو گئے۔ اشتالیوں کے مقابلے میں قومی افواج کی ناکامی چیانگ کا فی ٹیک کی ناکامی تھی۔ اس لیے چیانگ نے ۱۹۲۷ء میں کافی تیاریوں کے ساتھ اپنی کمان میں ایک اور حملہ کیا مگر یہ بھی ناکام رہا۔ اس شکست نے چیانگ کو اور برہم کر دیا۔ پورے جوش و خروش اور تمام فوج کے ساتھ اسی سال اکتوبر میں تیسرا حملہ کیا گیا۔ سرخ فوج مسلسل حملوں کے باعث کمزور ہوئی جا رہی تھی۔ اس بے پناہ حملے نے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ اشتالیوں کی سرخ فوج ایک مقام سے

دوسرے مقام کو کوچ کرتی رہی۔ سرخ فوج کی یہ مہم طویل مسافت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسافت ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو ختم ہوئی جب سرخ فوج شہر یٹان پر آکر رکی۔ پانچویں کا فوجی جہدہ دار چیانگ سیو لیانگ، جسکو "ینگ مارشل" کے نام سے پکارا جاتا ہے، کو چیانگ نے اشتالیوں سے مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ اپنی اس مہم میں انتہائی سراسیمہ ہو گیا جبکہ اس کی اپنی فوج، سرخ فوج کے مقابلے میں شکست پر شکست اٹھانے لگی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر اشتالیوں نے ینگ مارشل کو اپنے داعی اور تحریکات سے واقف کرایا۔ ینگ مارشل نے خود بھی محسوس کیا کہ عوام بے پناہ بنے ہوئے اس تحریک کو اسی لیے قبول کر رہے ہیں کہ اس تحریک میں انکی فلاح و ارتقاء کا راز ہے۔ چنانچہ ینگ مارشل متاثر ہو کر اس تحریک میں شریک ہو گئے اور چیانگ کو سرخ فوج سے مفاہمت کے لیے مجبور کیا۔ جنگ کے تیسرے میں اس انوکھی تبدیلی نے چیانگ کو سراسیمہ اور ہراساں کر دیا کہ شکاری خود شکار ہو گیا۔ وہ فوراً ہوائی جہاز کے ذریعے سیان آئے ینگ مارشل اور دوسرے اشتالیوں نے ملک کی صورت حال اور جاپان کے حریصانہ عوام کا اظہار کیا۔ مگر حالت کی برہمی نہ گئی۔ اس موقع پر اشتالیوں نے ۱۲ دسمبر ۱۹۳۱ء کو چیانگ کی رہائش گاہ کے قریب بغاوت کی۔ جب چیانگ کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنے بنگلے کی دیوار چھاند کر فرار ہوتا چاہ رہے تھے کہ گڑھے جس سے ان کی پیٹھ پر زخم آئے۔ اس حالت میں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس صورت حال سے توقع کی جا رہی تھی کہ چیانگ اشتالیوں کے مطالبات تسلیم کر لینگے۔ مگر چیانگ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ موت کو اپنے ایتقان سے

گریز پر ترجیح دیتے تھے۔ مگر چین اتفاق کہ یہ ڈرامہ بغیر کسی الم و دکھ کے
 انعام کو پہنچا جب مدام چیانگ اور کائی شیک کے ایک انگریز دوست
 ڈائلڈ نے اپنی ذاتی کوششوں سے چیانگ کائی شیک کو مجبور کیا کہ وہ
 وطن کے مفاد کی خاطر ان مطالبات کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ ان دونوں
 کے اصرار پر چیانگ نے ان شرائط کو تسلیم کر لیا اور اشتمالیوں اور چیانگ
 کے قدیم اختلافات ختم ہو گئے۔ اس طرح سے چین اتحاد اور یگانگت
 کی صحیح منزل میں جا پہنچا۔ اشتمالیوں پر سے تمام امتحانات اٹھالیے
 گئے روس سے پھر تعلقات استوار کیے گئے اور ۲۵ دسمبر کو چیانگ
 رہا کر دیے گئے۔ اس رہائی پر سارے چین میں جشن منایا گیا۔ چراغاں
 کیے گئے۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ چین کی قومی زندگی میں یہ عید کا دن
 تھا کہ چین "ایک" ہو گیا۔

سرخ فوج اور کومتانگ کا یہ اتحاد جاپان کے لیے
 ایک عذاب تھا کیونکہ اس اتحاد سے چین میں قومی اور متحدہ محاذ
 پیدا ہو چکا تھا اور روس بھی چین کی حمایت پر اتر آیا تھا۔ ان حالات
 نے جاپان کے حریصانہ اور شہنشاہی عزائم کو شہ دی کہ چین میں سہاگریا
 کی منزل میں ہے مزید وقت اور ہمت سے وہ اور سنبھل جائے گا۔
 اسی خیال کے تحت جاپانی حکام نے فیصلہ کیا کہ ابھی اور اسی وقت
 چین پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاپان نے چین
 پر حملہ کر دیا۔ جاپان کی کثیر طاقت اور چین کی بے مائیگی نے چین کو
 پسپائی پر مجبور کیا۔ اگر چین کی پسپائی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو
 ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ دراصل یہ پسپائی نہ تھی بلکہ چیانگ کائی شیک

کی دور بینی اور فراست کا ایک کمل نمونہ تھا۔ چنانچہ اس موقع پر چیانگ کائی شیک کی فوجی حکمت عملی کا مختصر تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔ انکی فوجی حکمت عملی تین ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلے دور میں چیانگ نے مختلف مقامات کا تخلیہ کر کے مدافعت اور تیاری کے لیے وقت اور جہلت حاصل کیا۔ دوسرے دور میں چیانگ نے چھاپہ مار لڑائی کی تجویز کو بروئے عمل لایا۔ چینی گوریلا سپاہی جا پانی سپاہیوں کو دھوکا دیکر مختلف جہازوں میں تقسیم کر کے انھیں خطرناک مقامات پر لاکر نقصان پہنچاتے ہیں۔ تیسرا دور اقدامی لڑائی کا ہے جو گذشتہ دو دوروں سے حاصل کردہ سہولتوں کی وجہ سے شروع ہوا ہے۔

چین کے نصف حصے پر جاپان قبضہ کر چکا ہے مگر اس کے باوجود چینی، سات سال سے جاپان کی بربریت اور بہیمیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کے عزم میں سوراؤں کا استقلال ہے۔ وہ جس شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کر رہے ہیں تاریخ میں ایسی مثالیں نادر و نادر ہی مل سکیں گی۔ اس سارے معرکے میں چینوں کا قائد جرنیل چیانگ کائی شیک ہی ہے۔ جو دن رات وطن کی مدافعت اور آزادی کی کوشش میں محو ہے۔ حال ہی میں چینوں کے اس ہر دل عزیز قائد نے ہندوستان آکر ہندوستان اور چین کے پرانے دوستانہ تعلقات کو استوار کیا ہے۔

چیانگ کائی شیک کی خانگی زندگی | ہندوستان نے خود اپنے آنکھوں سے اپنے جہان کو دیکھا ہے کہ

شائستہ اخلاق و مروت اور بردباری جیسے ان میں رہے ہوئے ہیں۔ مگر محبت سے چیانگ کو سابقہ پڑتا ہے تو وہ اپنے عزم کے ساتھ اپنی

ہٹ پر اڑے رہتے ہیں۔

انکی شہرت کا بڑا راز انکی خاتون میں جن سے چیانگ کو
والہانہ و دیوانہ وار محبت ہے۔ مدام سوئنگ چیانگ کی دوسری بیوی ہیں
کانی شیک کی پہلی شادی چینی رسم و رواج کے مطابق پندرہ سال کی عمر
میں سن میو سے ہوئی۔ مگر کانی شیک کے تعلقات ان سے خوشگوار نہ تھے
اس لیے ۱۹۲۱ء میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ پہلی بیوی کی بطن سے
چیانگ کو ایک لڑکا بھی ہے جس کا نام چنگ کو ہے۔ چنگ کو ایک
ممتاز اشتہالی ہے۔ جب کانی شیک اور اشتہالیوں میں شدید اختلاف
تھا۔ چنگ کو باپ سے الجھنے کے بجائے ان سے قطع تعلق کر کے روس
چلا گیا۔ جب اشتہالیوں اور چیانگ میں اتحاد ہو گیا چنگ کو بھی ملن اپس لوٹا
یہ اب موٹہ کیا گتسی کا کشر ہے۔

پہلی بیوی کو طلاق دینے کے کچھ ہی دنوں بعد چیانگ کی
ملاقات مس مے لنگ سوئنگ سے ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں چیانگ
نے محسوس کیا کہ وہ مدام سوئنگ کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ چیانگ
نے مدام سے کئی مرتبہ اظہارِ محبت بھی کیا۔ لیکن مدام نے ہر وقت انکا
کیا۔ مگر چیانگ بھی اپنی دھن کے پکے تھے۔ انہوں نے طے کر لیا تھا کہ
وہ اسی خاتون سے شادی کرینگے۔ اس شادی میں بڑی رکاوٹ یہی
تھی کہ سوئنگ خاندان عیسائی تھا۔ اگر چیانگ کانی شیک عیسائیت
قبول کر لیتے تو اس شادی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ کانی شیک محض
شادی کی خاطر مذہب بدلنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اسپر مہر تھے کہ اگر
انہیں عیسائیت میں کوئی صداقت ملے تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔

چنانچہ مدام اس شرط پر راضی ہو گئیں اور ڈسمبر ۱۹۲۷ء میں دونوں کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد چیانگ نے عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا اور اکتوبر ۱۹۲۷ء میں حلقہ بگوش عیسائیت ہو گئے۔ مگر عیسائی ہونے کے باوجود چیانگ قدیم چینی عقاید کی طرح آج بھی بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں۔

جزیرہ چیانگ کا ٹیگ اس وقت چین کے روح رواں

ہیں۔ اشتہاری انھیں فاشسٹ قائد اور مخالفین انھیں آمر کہہ کر یہ جانتے ہیں کہ چین کے اس معمار اعظم کی وقعت گرا دیں۔ گردنیا یہ جانتی ہے کہ چیانگ کا ٹیگ ہی کی وہ شخصیت ہے جو اس مجنور اور طوفانی ہزاروں ہچکولوں کے باوجود ساری قوم کو منزل کی طرف لے جا رہی ہے۔ محض اشتہاریوں اور چیانگ کے اختلافات پر اعتراضات کے اونچے مصلوں میں بیٹھ کر اس قائد کی ان خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو اس نے جدید چین کی بقاء و ارتقاء کے لیے انجام دی ہیں چین کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اس بحرانی دور میں اسکو چیانگ کا ٹیگ جیسا قائد ملا جس نے اپنی مساعی سے چین کو وہ مقام دلایا جو ہزاروں سال پیشتر اس کا مقدر تھا۔ جس قوم میں ایسے دو چار چیانگ کا ٹیگ پیدا ہو جائیں اس قوم کی تقدیر بدل جائیگی اور وہ قوم دنیا میں اپنا ایک نام و مقام پیدا کرے گی جسے مخالف قدیں بھی مٹانے سے قاصر رہیں گی۔



ماؤزے توںکے

چین میں اشتہالی سرگرمیوں کا آغاز ڈاکٹر سٹین کی کوششوں کا رہن منت ہے۔ مگر اس تحریک کی بقاء اور ارتقاء کا خالق ماؤزے توئنگ ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ماؤزے توئنگ "چین ہالینن" ہے۔ اس کی کوششوں نے چین کو زندہ و برقرار رکھنے میں جو کام کیا ہے اسکو چین کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

ماؤزے ان مشاہیر کی صف میں ہے جو تاریک پس منظر، گنہگار خاندان اور غیر معروف ماحول سے نکل کر اپنی رفعتوں کی بدولت افق پر یوں چھا جاتے ہیں کہ انکی جوت سے ساری دنیا تاباں ہو جائے۔ یہ ایک غریب اور مفلوک الحال کسان کے گھر میں ۱۸۹۳ء میں جنم لیا۔ اسکے والد ماؤ جن شنگ صوبہ ہونان کے ایک معمولی کاشتکار تھے۔ محنت شاقہ کے باوجود بھی اسکی زراعت اس قابل نہ تھی کہ پیٹ کی آگ بجھا سکتی۔ اس افلاس کے باعث خاندان الوں

محنت مزدوری بھی کرنی پڑتی تھی۔ چنانچہ ماؤڈے کو بھی کسنی ہی میں
 لازمیت اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ماؤجن شنگ کی
 تقدیر میں کچھ بچلے دن بھی آئے جب انہوں نے زراعت کے بجائے
 چاول کا بیوپار شروع کیا۔ جب کچھ مالی حالت سنبھلی ماؤڈے کو
 حصول تعلیم کا موقعہ نصیب ہوا۔ مقامی اسکول میں ماؤڈے نے
 تیرہ سال کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں چین کا نظام تعلیم
 اس قدر فرسودہ اور ناقص سے بھرا ہوا تھا کہ طالب علم کا شوق سجا
 بڑھنے کے گھٹتا ہی جاتا تھا۔ اساتذہ کی سختی اور تشدد سے بیزار ہو کر
 ماؤڈے اسکول اور گھر سے فرار ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد محبت کے
 مارے والدین نے اسکو ڈھونڈھ نکالا۔ اور اپنے لڑکے کی بددلی دیکھ کر
 اسکو اپنے پیشہ میں لگا لیا۔ ماؤڈے ان دنوں میں ذاتی طور پر چینی
 ادبیات حالیہ کو پڑھا۔ اور ان پر عبور حاصل کیا۔ اور افادی ادب
 کا مطالعہ کرتا رہا۔ اخبارات اور مضامین کے ذریعے ماؤڈے کو چین
 کی بیچارگی اور افلاس کا حال معلوم ہوتا تھا۔ جس سے وہ متاثر ہو کر
 آزادی وطن کے خیالی منصوبے باندھا کرتا۔ دن بھر کھیتوں میں کام کرنا
 اور شام میں ان خیالی منصوبوں میں وقت گزارنا یہی ماؤڈے کا مشغلہ
 ہو گیا تھا۔

انہیں دنوں چین میں ایک ہیبتناک قحط شروع ہوا جس
 میں لاکھوں چینی فاقوں کا شکار ہوئے۔ ان درماتندگیوں نے
 نوجوانان چین میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ وہ ایک مرکز پر
 منظم ہونا شروع ہوئے۔ ماؤڈے کو بھی اس نئے انداز کا علم ہوا۔

وہ بھی یہی سوچنے لگا کہ قوت کے مہارے ہی آزادی اور امن نصیب ہو سکتے ہیں۔ برٹنی اور آزادی، مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔ اس موقع پر ماؤڈے کے ایک رشتے دار نے بتایا کہ شیانگ شیانگ کے مقام پر ایک نیا مدرسہ قائم ہوا ہے جہاں جدید طریقے پر تعلیم دی جاتی ہے۔ ماؤڈے کے ذوقِ مطالعہ نے مجبور کر دیا کہ وہ بہر قیمت مزید علم حاصل کرے اور وہ اس اسکول میں شریک ہو گیا۔ اسی اسکول میں ماؤڈے کو پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ چین کا نام کیا ہے؟ یہاں ماؤڈے نے عالمی سیاست کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کی۔ جب یہاں کا نصاب ختم ہو چکا تب وہ چنگشا گیا، جو اس کے وطن سے ساٹھ میل دور تھا۔ ماؤڈے چنگشا پیدل گیا۔ کوئی موانعات اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ مگر یہاں ماؤڈے چھ مہینوں سے زیادہ نہ رہ سکا۔ کیونکہ یہاں کے سیاسی حالات دن بدن ابتر ہوئے جا رہے تھے۔ یہیں پر ماؤڈے کو ایک انقلابی اخبار کے مطالعے کا موقع ملا جس میں مانچو خاندان کے خلاف قومیت پسندوں کی ہم کا تذکرہ تھا اور کینٹن میں حکومت کے خلاف بغاوت کی تفصیلات تھیں۔ اسی ہفتہ چنگشا میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی اور ایک عارضی قومی حکومت قائم ہوئی۔ اس ہنگامے کے دوران میں ماؤڈے کا جذبہ حب الوطنی سچلا نہ بیٹھ سکا وہ انقلابی جماعت میں شریک ہو گیا اور چھ مہینے تک انقلابی فوجی کی حیثیت سے قومی تحریک میں سہمک رہا۔ جب انقلاب کے سارے ہنگامے فرو ہو گئے وہ پھر اپنی تعلیم جاری رکھنے کی خاطر

ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ اور اپنی سیاسی معلومات میں اضافہ کرتا رہا۔ اس تعلیم کے اختتام پر صوبہ ہونان کے ایک نارل اسکول میں شریک ہوا جہاں قیام و طعام کا مفت انتظام تھا۔ اس سہولت نے ماؤڈے کو موقع دیا کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔ چنانچہ اس کالج میں وہ پانچ سال تک رہا اور طیلسان بھی حاصل کیا۔

اس طالب علمانہ زندگی کے بعد ماؤڈے نے سیاست میں دخل دینا شروع کیا۔ چند نوجوان دوستوں کو اپنے ساتھ لیکر اس نے ۱۹۱۷ء میں ایک انجمن بنائی جس کا مدعا چین کی معاشی سیاسی آزادی تھا۔ اس انجمن کا نام ”مجلس عالیہ نوجوانان چین“ تھا ابتداء میں اس کے اراکین کی تعداد ساٹھ ستر تک محدود رہی۔ اور یہی آگے چلکر چین کے ممتاز اشتہالی اور انقلابی بنے۔ ان میں سے اکثر ۱۹۲۷ء میں چیانگ کائی شیک کی مخالفانہ جم کا شکار ہو گئے رفتہ رفتہ اس انجمن کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسکی کئی شاخیں شکھائی، ہنگاؤ، ٹینسین وغیرہ میں قائم ہو گئیں۔

ماؤڈے کی مالی مشکلات مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اپنا روزگار آپ پیدا کر سکے تاکہ فاقوں سے محفوظ رہے۔ اسی لیے وہ پبلنگ چلا آیا اور کتب خانے میں ایک معمولی سی خدمت قبول کر لیا۔ انہی دنوں ماؤڈے کے بعض دوستوں نے اس کو فرانس

چلنے پر مجبور کیا تاکہ وہ چینی طالب علموں کی سیاسی تحریک اور یورپ کے سیاسی حالات کا مطالعہ کر سکے۔ مگر ماؤڈے نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ”پہلے مجھے چین کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے اس کے بعد میں باہر جانے کے لیے تیار ہوں“ پبلکنگ کے قیام کو بھی ماؤڈے نے ۱۹۱۹ء میں چھوڑا اور چنگشا واپس گیا۔ اس زمانے میں چنگشا طالب علموں کی سیاسی تحریکات کا مرکز تھا۔ طالب علموں کا ایک رسالہ بھی نکلتا تھا۔ اس رسالے کی ادارت ماؤڈے کے سپرد کی گئی۔ مگر حکومت نے اس کو اپنے مفاد پر ایک ضرب سمجھ کر اس کی اشاعت بند کرادی۔ ماؤڈے کو پھر پبلکنگ لوٹنا پڑا۔ وہاں پر ایک خبر رساں ادارے کی صدارت کے فرائض انجام دینا پڑے۔ اس قیام کے دوران میں ماؤڈے کی ملاقات چین کے دوسرے نامور انقلابیوں اور اشتمالیوں سے ہوئی۔ اس ملاقات نے ماؤڈے کے انقلابی جذبات کو اور بے پناہ بنا دیا۔ وہ پھر چنگشا واپس لوٹا اور ایک مدرسہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ ملازمت دراصل ماؤڈے کے لیے ایک ذریعہ تھی جس سے وہ نوجوانوں میں انقلابی خیالات پیدا کر رہا تھا۔

طالب علموں کے علاوہ ۱۹۲۰ء میں ماؤڈے کو مزدوروں کے محاذ پر بھی کام کرنا پڑا۔ وہ ان کی سیاسی تنظیم میں مصروف ہو گیا انیس مارکس اور اینگلز کی تعلیمات سے واقف کرانا رہا۔ ماؤڈے خود بھی یہ چاہتا تھا کہ اشتمالیت کا تفصیلی مطالعہ کرے۔ وہ پبلکنگ گیا اور وہاں کے اشتمالیوں کی مدد سے جتنا بھی اشتمالی ادب

مل سکتا تھا اس کا مطالعہ کرتا رہا۔ اسوقت تک چین میں کوئی باضاً اشتہالی انجمن قائم نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں ایم، مارلن چین آنے مارلن تیسری بین الاقوامیہ کے سرگرم رکن تھے۔ بشنگھائی میں چینی اشتہالیوں کی ایک کانفرنس طلب کی گئی اور بحث و مباحثہ کے بعد مئی ۱۹۲۱ء میں اشتہالی جماعت قائم ہو گئی۔ اس جماعت کے قیام میں لائی ٹے چاؤ، چن لوسٹیو اور ماؤڈے کی کوششوں کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اس انجمن کے قیام کے ساتھ ہی چین میں اور چین کے باہر فرانس، جرمنی اور جاپان میں بھی اس انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں۔ ماؤڈے ہونان کی اشتہالی جماعت کے معتمد تھے۔ ماؤڈے نے ۱۹۲۱ء میں وہاں پر ٹریڈ یونین اور دیگر مزدور جماعتوں کی بنیاد رکھی۔ صوبہ ہونان تمام چین میں اشتہالی تحریک کا اہم ترین مرکز تھا۔ اس سرگرمیوں کو دیکھ کر حکومت نے ۱۹۲۱ء میں دو اشتہالی طالب علموں کو قتل کرادیا۔

کینٹن میں ۱۹۲۳ء میں چینی اشتہالیوں نے اپنی سالانہ کانفرنس طلب کی۔ اور اس میں اپنے آپ کو کونٹانگ سے طعق کر لیا۔ اسوقت ماؤڈے چینی اشتہالی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ انھوں نے تحریک کی کہ روسی مدبرین کو چین آنے کی دعوت دیجئے تاکہ چینی مسائل کے حل میں ان کی مدد لی جاسکے۔ کونٹانگ نے ماؤڈے کی ان مصلحتوں کو دیکھ کر اپنے آرگن "سیاسی ہفتہ وار" کی ادارت اسکے

ذمے کر دی۔ اسی ادارت کے زمانے میں ماؤ ذے نے دو پبلٹ بھی لکھے جو اشتہالی نصب العین اور چینی سیاست سے متعلق تھے۔

کوئٹا نگ میں اشتہالی اور حکومتی جماعتوں کے مابین

۱۹۲۶ء میں اختلافات رونما ہو گئے اور دو جماعتیں یعنی اور یساری پیدا ہو گئیں۔ ۱۹۲۷ء کے بہار میں ہو پے کیا گئی، فو کین اور ہونا میں مزدوروں اور کسانوں میں یعنی جماعت کے خلاف تیز و تند جذبات پیدا ہو گئے۔ جو آگے چل کر اس تصادم کی صورت میں ظاہر ہوئے جسے تاریخ میں طویل مسافت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اشتہالیوں کی راہبری و راہنمائی میں ماؤ ذے تو نگ نے جو کام کیا ہے اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ماؤ کے ذمے یہ تفویض کیا گیا تھا۔

(۱) صوبائی اشتہالی جماعت کو کوئٹا نگ سے بالکل علحدہ کر دیا جائے۔

(۲) عوام اور مزدوروں کی ایک فوج بنائی جائے۔

(۳) چھوٹے متوسط اور مرفہ الحال زمینداروں کی ملکیت پر قبضہ کر لیا جائے اور اشتہالی حکومت کی ملکیت

A - Analysis of the different classes in Chinese society

B - The class basis of Chas hengti and the task before us.

میں دیدیا جائے۔

(۴) صوبہ ہونان میں اشتہالی حکومت قائم کی جائے۔

(۵) اشتہالی حکومت کی تنظیم کی جائے۔

یہ سارے کام کچھ آسان نہ تھے مگر ماؤ کے جذبہ شوق اور حب الوطنی نے اس کو استقدر بے پناہ بنا دیا تھا کہ وہ ابتدائی چار امور میں حیرت انگیز طور پر کامیاب ہو گیا۔ مزدوروں کی ایک فوج بنائی جو پہلی ڈویژن کہلاتی تھی۔ کسانوں، طالب علموں اور دہقانوں کو بھی فوجی تربیت دیتا رہا۔ اس ہنگامے میں کومتانگ کی خفیہ پولیس نے ماؤ ذے کو گرفتار بھی کر لیا۔ ماؤ ذے نے رشوت دیکر فرار ہونے کی کوشش کی مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کو قتل کا حکم سنایا گیا۔ جب وہ مقتول لایا جا رہا تھا اور صرف ۲۰۰ گز کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ ماؤ ذے چھلانگ لگا کر کھیتوں میں فرار ہو گیا۔ اور چھپتا چھپتا پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

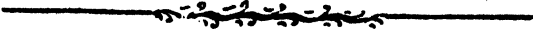
اشتہالی جماعت نے ماؤ ذے کو اس کی شاندار خدمات کے مد نظر مجلس محاذ جنگ کا صدر منتخب کیا۔ چیانگ کانگ نے ماؤ ذے کی ان سرگرمیوں سے خائف ہو کر اس کی گرفتاری کا اعلان کیا اور گرفتار کنندہ کے لیے دو لاکھ پونڈ انعام کا پیشکش بھی کیا۔ جب اشتہالیوں کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو ماؤ ذے کی انہی خدمات کے مد نظر اس کو اشتہالی حکومت کا صدر منتخب

کیا گیا۔ اس کانفرنس میں نوے لاکھ اشتہالی شریک تھے۔ ماؤڈے اشتہالیوں کا ہر دل عزیز اور محبوب ترین قائد ہے۔ جب طویل مسافت کے بعد اشتہالیوں اور چیانگ کانگ کی شیک میں صلح ہو گئی، ماؤڈے نے جاپان کے خطرات سے ملک کو آگاہ کیا۔ اور قومی محاذ کے قیام پر زور دیتا رہا۔ آج جبکہ چین جاپان سے نبرد آزما ہے، ماؤڈے اپنی جماعت کے ساتھ جاپان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہے۔ اس کے ساتھ چینی عوام، دہقان، کسان، مزدور اور طالب علم سب ہی ہیں اور ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ماؤڈے روزانہ اٹھارہ گھنٹے سے زیادہ کام کرتا ہے۔ آج وہ محاذ جنگ پر موجود ہے مگر مطالعہ کا ذوق، محاذ پر بھی اس کے لیے کوئی موانعات پیدا نہ کر سکا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ ایک بہترین جرنیل بھی ہے، مدبر بھی ہے، سیاست بھی ہے اور ایک ادیب بھی۔ طویل مسافت کے دوران میں اس نے اپنی فوجوں کی جس حیرت انگیز طریقہ سے کمان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اشتہالی حکومت کی تنظیم کی ہے وہ اس کی ذہانت و کارکردگی کا ایک ثبوت ہیں۔ ماؤڈے ایک سحر بیان خطیب بھی ہے وہ جب اپنی افواج کے سامنے تقریر کرنے ٹھہر جاتا ہے تو اس کے ساتھیوں میں ایک طوفان آ جاتا ہے۔ آج بھی وہ جاپانی درندگی کے خلاف جب کبھی بیکار اٹھتا ہے تو سالوں کی تھکی ہوئی فوجیں آہنی عزم کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔

ماؤڈ سے تونگ چینی اشتہالیوں کا قائد اور ایک ممتاز
 محب وطن ہے۔ وہ ایک غیر معروف دہقان قبیلے میں پیدا ہوا تھا
 مگر آج ساری دنیا اس سے واقف ہے اور اس کا احترام کرتی
 ہے کہ اس کی بدولت چین کے عوام میں بیداری اور زندگی
 پیدا ہوئی۔



پرتو

چین میں موجود اشتہالی تختہ یک کا روح رواں اور سرخ فوج کا جرنیل ایک عجیب و غریب انسان ہے جسے دنیا چوتھے کے نام سے یاد کرتی ہے۔ چوتھے ایک مجموعہ اخلاقی اور اُس خاندان میں جنم لیا جو مرہا یہ دار، رجعت پسند اور عیش و عشرت طلب تھا۔ چوتھے انہی روایات کو لے کر اسی ماحول میں آگے بڑھا۔ مگر یکا یک انکسین کھلیں۔ اور وہ دفعۃً انقلابی بن گیا۔ پھر جو نئی موثر زندگی میں پیدا ہوئی سر فردوسی اور وطن پرستی تھی جو اُس کی تقدیر بن گئی۔ چوتھے آج چین میں اشتہالی تحریک کا سر دار اور آزادی وطن کا شمشیر برف مجاہد ہے۔ اس کے انہی خصائص کی بنا پر دنیا اس کو چین کا ٹوشنگو کہتی ہے۔

چوتھے صوبہ ذی چوان کے ایک دیہات نائی لنگ

میں شہداء میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین زمیندار تھے اور چین کے شہور سرمایہ داروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ مکتب کی معمولی تعلیم کے بعد یٹان فوجی اکیڈمی میں فوجی تربیت کے حصول کی خاطر اس نے شرکت حاصل کر لی۔ تربیت پانے کے بعد فوج میں لفٹنٹ کا عہدہ ملا۔ جب مانچو خاندان کے خلاف انقلاب کی آگ پھیلی، چوتھے نے اپنی فوج کو باغیوں اور انقلابیوں کے ساتھ کر دیا۔ چوتھے کی اس حرکت سے انقلابی اس کے جذبہ وطن پرستی کے معترف ہو گئے۔ جب انقلاب کے بعد یان شی کائی غدار صدر جمہوریہ نے اپنی شاہی کے آغاز کی کوشش کی تو وہ پھر میدان میں علم بغاوت لے کر بے پناہ چلا آیا۔ اور اس وقت مطمئن ہوا جب یہ دور جبر و مطلق العنانی ختم ہوا۔

اس فوجی شہرت کے ساتھ ساتھ سیاسی امور میں بھی چوتھے نے ممتاز حصہ لیا۔ یٹان فو کے محکمہ حفاظت عاہدہ کے فرائض اس خوبی سے انجام دیا کہ جمہوری حکومت نے فوراً ہی ہالیوے کا صوبائی کمشنر مقرر کیا۔ مگر چوتھے کی خانگی زندگی اپنے اجداد کے روایات کی تقلید کر رہی تھی۔ وہ انتہائی سخت گیر اور جاہل تھا۔ بری عادات و خصائل اور عیش و عشرت کا دیوانہ تھا۔ ایفون کا بڑا رسیا تھا۔ عیش پرستی اور نفس پروری کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ چوتھے نے تو شادیاں کر رکھی تھیں اور کئی حرم تھے۔

ایک عیش پرست افیونی، چین کا ٹوشکو کیسے بنا ہ اس عظمت و معراج کا زینہ چوتھے کا وہ ذوق مطالعہ ہے جو ہر لمحہ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ افیون کی پینک میں اپنے منظور نظر کے شبستانوں میں وہ مطالعہ کا وقت نکال لیا کرتا تھا۔ اسی وسیع مطالعہ نے چوتھے کو چین کی حقیقت سے واقف کرایا کہ ”مادہ وطن اور بنائے وطن عالم معنی کی طرف پرواز کر رہے ہیں — ملک میں جمہوری نظام حکومت، مزدوروں اور کسانوں کی فلاح کا کچھ انتظام نہیں کر سکا ہے۔“

ملک کی بیچارگی چوتھے کے شعور و ادراک پر پھیلتی چلی گئی۔ وہ انقلابی عزم لے کر اجداد کی میراث سے فرار ہونا چاہا۔ اور وہ دن ۱۹۲۱ء میں آیا جب کہ اس نے شبستانوں کی شمعیں گل کر دیں۔ بیگموں اور خواصوں کی آغوش سے بھاگ کر کومتاگ میں شریک ہو گیا۔ شنگمائی چلے آنے کے بعد اسکی ملاقات اشتہالی مہبان وطن سے ہوئی۔ ان ساتھیوں نے اپنا نصب العین اپنے داعیات اور اپنا پروگرام چوتھے کو بتلایا اور اسے مجبور کر دیا کہ اگر وہ قوم کا خادم بننا چاہتا ہے تو افسیوں چھوڑ دے۔ کسی قوم کے درخشاں مستقبل کی یہی بشارت ہے کہ اس کے راہنما مکر جی اٹھتے ہیں! جاگ جاتے ہیں! چوتھے نے افیون چھوڑنے کی قسم کھالی اور پیمان پر پابند رہا۔ عادت کے اس طرح ٹوٹ جانے پر چوتھے کا برا حال ہو گیا۔ یوں معلوم پڑتا تھا کہ وہ مر جائے گا۔ مگر اس نے اپنی خواہش پورنچ پالی

چالیس سال کی عمر میں ایک پرانی عادت کا چھوڑنا چوتھے کے انقلابی خیالات میں ہمیںز کا کام کیا۔ اسی دوران میں چوتھے جرمنی گیا۔ یہاں پر چینی طالب علموں سے چوتھے کی ملاقات ہوئی جو اشتہالی مسلک کے پیرو تھے۔ ان اشتہالی دوستوں نے چوتھے کو مارکس اور اینگلز کی تصانیف مطالعے کے لیے دیں۔ چوتھے کا ذوق مطالعہ اور یروٹاری انقلاب ان دونوں کی ہم آہنگی نے اسے اشتہالی بنا دیا۔ اس نے انقلاب روس اور مارکسیت کا گہرا مطالعہ کیا۔ جرمنی میں چوتھے کی حیثیت ایک معمولی سپاہی کی سی تھی۔ وہ اسی حالت میں فرانس بھی گیا۔ وہاں بھی چینی اشتہالی طالب علموں نے اس کے ارادوں کو مشہ دی۔ وہ خود روس گیا اور ماسکو میں "مشرق کے محنت کرنے والوں کی جامعہ" میں داخلہ لیا جہاں پر کارل مارکس "اینگلز لینن اور ٹرائسکی کے خیالات و معتقدات کے گہرے مطالعے کا موقعہ ملا۔ ۱۹۲۵ء میں چوتھے شنگھائی واپس لوٹا اور جنرل چوپی تھے کی افواج میں شریک ہو گیا۔ چوپی تھے نے چوتھے کو ۱۹۲۷ء میں نانچانگ کے محکمہ حفاظت عامہ کا صدر بنایا۔ اسی دوران میں چوتھے نے ایک چوٹی سی فوج تیار کی اور اس کو جدید تربیت دلائی نیز کونتانگ کی نویں فوج سے اپنا تعلق پیدا کر لیا۔

اسی اثناء میں چیانگ کانگ کی شیک کی قومی افواج اور اشتمالیوں کی افواج میں تصادم شروع ہوا۔ چیانگ اور اشتمالیوں کی اس مخالفت کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ چوتھے اشتمالی تھا اور جنرل چوپی تھے کے تحت تھا۔ چوپی تھے چیانگ کانگ کی شیک کا ساتھی تھا۔ یہ موقعہ چوتھے کے لیے اتنا عجیب و غریب تھا کہ وہ ایک غلش میں مبتلا ہو گیا تھا اشتمالیوں کی مدد اس کا فرض تھا مگر اس کو اپنے سرکاری فوجی فرائض اور اپنے کمانڈر کی عدول حکمی کرنا پڑتا تھا۔ یکم اگست ۱۹۲۷ء کو چوتھے اپنے کمانڈر سے باغی ہو گیا اور اشتمالیوں کی حمایت میں اپنے کمانڈر کے خلاف شمشیر بکف میدان میں چلا آیا۔ نوین فوج کا ایک بڑا حصہ بھی چوتھے کے ساتھ ہو گیا۔ اشتمالیوں نے چوتھے کو صدر مشیر سیاسی مقرر کیا۔ چیانگ کانگ کی شیک کو اس مخالفت میں جتنا خطرہ چوتھے سے تھا کسی اور اشتمالی سے نہ تھا۔ چیانگ نے چوتھے کو گرفتار کرنے کی ایک ترکیب بھی کی۔ چیانگ کانگ کی شیک کے ساتھی ایک رات اچانک چوتھے کی رہائش گاہ پر حملہ آور ہوئے اور مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چند آدمی مسلح ہو کر چوتھے کی خوابگاہ میں آئے۔ چوتھے اس وقت تک جاگ چکا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ دشمن اس پر گولی چلانا چاہتے ہیں اس نے کہا۔ ”چوتھے اندر ہے میں تو اس کا باورچی ہوں“ مگر دشمنوں نے اس کی آواز پہچان کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور

اس پر گولی چلانا ہی چاہتے تھے کہ چوتھے نے اچانک ایک خفیہ ہتھیار کے ذریعے اس شخص پر وار کیا اور برق کی پھرتی سے مکان سے فرار ہو گیا۔

اس مصیبت سے نجات پانے کے بعد چوتھے کچھ دنوں بعد دوسرے اشتہالی راہنما ماؤڈ سے تونگ سے جا ملا۔ ان دونوں کی افواج نے پھر متحدہ طور پر قومی افواج کا مقابلہ شروع کیا۔ اور وہ طویل مسافت شروع کی جو چین میں اشتہالی تحریک کی کامیابی اور اشتہالیت کی بنیاد ہے چوتھے ہی وہ کمانڈر تھا جس نے سرخ فوج کی تربیت کی، از سر نو منظم کیا اور قومی افواج کا مقابلہ کیا۔ مجبور و بے بس سرخ فوج اپنی بیچارگیوں کے باوجود بھی اس قدر طاقتور تھی کہ چیانگ کانگ کو ایک سرخ سپاہی کے قتل کے لیے دو لاکھ دس ہزار روپیے خرچ کرنا پڑتے تھے۔

سٹی ۱۹۲۵ء کو چوتھے اور ماؤڈ سے تونگ نے متحدہ طور پر قومی افواج کے خلاف سرخ فوج کی قیادت کی۔ چوتھے کے اس تدبیر سے تنگ آ کر چیانگ کانگ کو شیک نے اس کی گرفتاری کے لیے دو لاکھ پونڈ کے انعام کا اعلان کیا۔ مگر چوتھے گرفتار نہ ہو سکا۔

۱۹۳۱ء میں چوتھے کو سرخ فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ آج بھی چوتھے اسی عہدے پر فائز ہے۔ چین اپنی ہزار مجبوریوں کے باوجود جاپان کا مردانہ وار مقابلہ کر رہا ہے

اس مدافعت کا سہرا سرخ فوج اور چوتھے ہی کے سر ہے۔ وطن کی آزادی کے لیے چوتھے ایک جواں سال شجاع کی طرح کمر بستہ چوتھے کی موجودہ بیوی ایک دہقانی لڑکی ہے جو

اشتمالی عقیدے کی پرستار اور جاں نثار ہے۔ چینی خواتین کی ایک مختصر سی فوج کی اس خاتون نے تربیت اور تنظیم کی ہے اور خواتین کی ایک زسنگ جماعت بھی بنائی ہے۔ جو زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرتی ہے۔ وطن کی کشمکش میں وہ چوتھے کے دوش بدوش مردانہ وار لڑ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہزاروں چینی خواتین کی ایک فوج بھی ہے جو وطن کی ایک ایک اینٹ کے لیے اپنا خون بہا رہی ہیں۔ جب کسی قوم کے خواتین کا یہ شعور ہو جائے اس ملک کا مستقبل کسی تشریح کا محتاج نہیں بلکہ محکوم اور غلام اقوام کے لیے ایک درس ہے تاکہ وہ بھی اپنے وطن کی آزادی کے جہاد میں نام پیدا کریں۔

پچاس سال کے اس بوڑھے شجاع سے آج بھی جاپانی تمہرا اٹھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ اپنی راہ سے چوتھے کو کسی طرح ہٹا دیا جائے۔ چینی عوام خصوصاً مزدور، کسان اور دہقان چوتھے کے پرستار ہیں اور دنیا کے تمام اہل فکر چوتھے کو آج سے چالیس سال پہلے کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ جبکہ وہ افیونی تھا، شبستانوں کا دیوانہ تھا، حسن کا پرستار تھا اور آج وطن کی شمع آزادی کا محافظ و نگران ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں جس قوم میں چوتھے پیدا ہو جائے اس قوم کی تقدیر بدل جائیگی۔

قوموں کی تقدیر اسی وقت بدلتی ہے جب انسان
 فرسودہ روایات سے بغاوت کر بیٹھتا ہے۔ اپنے آپ پر فتح پاتا
 ہے۔ اپنی ہستی کو قربان وطن کر ڈالتا ہے۔ چوتھے کی زندگی اسکی
 اپنی زندگی نہیں بلکہ چین کی زندگی ہے کہ چین نے عیش و عشرت
 افیون اور نشے سے نجات پا کر آزادی کی منزل میں قدم رکھا ہے۔

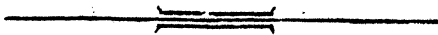


ضمیمہ (۱)

چین کے حکمران خاندان

زمانہ حکومت	حکمران خاندان	۔
۲۶۹۶ ق م سے ۲۲۰۵ ق م	اصنامی	۱
۲۲۰۵ ق م سے ۱۶۶۶ ق م	شیا	۲
۱۶۶۶ ق م سے ۱۱۲۲ ق م	شاہنگ یان	۳
۱۱۲۲ ق م سے ۲۲۹ ق م	چاؤ	۴
۲۲۹ ق م سے ۱۱۲۲ ق م	چن	۵
۱۱۲۲ ق م سے ۲۲۲ عیسوی	ہان	۶
۲۲۲ عیسوی سے ۱۶۶ عیسوی	وی	۷
۱۶۶ عیسوی سے ۳۱۹ عیسوی	چن	۸
۳۱۹ عیسوی سے ۲۲۰ عیسوی	سنگ	۹
۲۲۰ عیسوی سے ۵۰۲ عیسوی	چی	۱۰
۵۰۲ عیسوی سے ۵۵۶ عیسوی	لیانگ	۱۱
۵۵۶ عیسوی سے ۵۸۹ عیسوی	چن	۱۲

زمانہ حکومت	حکمران خاندان	۔
۵۸۹ء سے ۶۱۸ء	سُونی	۱۳
۶۱۸ء سے ۶۹۰ء	تَانک	۱۴
۶۹۰ء سے ۹۲۲ء	لیانک	۱۵
۹۲۲ء سے ۹۳۵ء	تَانک	۱۶
۹۳۶ء سے ۹۳۶ء	چم	۱۷
۹۳۶ء سے ۹۵۰ء	ہان	۱۸
۹۵۱ء سے ۹۵۹ء	چاؤ	۱۹
۹۶۰ء سے ۱۲۸۰ء	سُونک	۲۰
۱۲۸۰ء سے ۱۳۶۸ء	یان	۲۱
۱۳۶۸ء سے ۱۶۲۲ء	مَنگ	۲۲
۱۶۲۲ء سے ۱۹۱۱ء	چنگ یا مانچو	۲۳
۱۹۱۱ء	جمہوریہ چین	۲۴



ضمیمہ (ب)

جمہوریہ چین کے مختلف دور

خصوصیات	مدت	دور	۱.
جمہوریہ چین کا قیام - ڈاکٹر سن یات سین جمہوریہ چین کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔	اکتوبر ۱۹۱۱ء تا فروری ۱۹۱۲ء	انقلاب چین	۱
ڈاکٹر سن دور کی صدارت کے بعد اس عہدے سے مستعفی ہو گئے۔	۱۵ فروری ۱۹۱۲ء تا جون ۱۹۱۶ء	یان شی کانگ	۲
دور آمریت - یان شی کانگ صدر جمہوریہ چین نے "پہر جنت" اور "ہنشاہ چین" ہونے کا دعویٰ کیا۔	۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۶ء	دور خانہ جنگی	۳
صدارت کیلئے کشمکش اور خانہ جنگیاں	۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو سن یات سین کا انتقال ہوا اور چیانگ کانگ کی شیک جمہوریہ چین کے صدر بنے۔	چیانگ کانگ کی شیک	۴

شخصیات	مدت	دور	۔
کافی شیک کی فتوحات اور شمالی خانہ جنگیوں کا خاتمہ۔	۱۹۲۸ء	ناکنگ کی قومی حکومت۔	۴ الف
کافی شیک کی اشتمالیت دشمنی اشتمالیوں کی طویل مسافت اور پیرانگی کامیابی۔	۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۶ء	مخالف اشتمالی دور	۴ ب
۱۹۳۷ء کو جاپان نے چین پر حملہ کر دیا۔	۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۵ء	جنگ چین جاپان	۴ ج



فہرست کتب حوالہ

کتب :-

1. **The Last Of The Empresses.**
by Daniele Vare.
2. **The Chines People (Their
Past, Present and Future.)** *by Elwell-Sutton.*
3. **The Great Wall of China** *by W E. Geil.*
4. **A Short History of China.** *by C B. Demetrius.*
5. **Affairs of China.** *by E. Teichman.*
6. **The Chinese: Their
History and Culture.** *by K.S. Lateurette.*
7. **Sun Yat-Sen And The
Chinese Republic.** *by P. Linebarger*
8. **Imperialism and Nationalism
in the Far-East.** *by D. E. Owen.*
9. **In War-Time China.** *by F. W. Price.*
10. **Red Star Over China.** *by Edgar Snow.*
11. **Encyclopaedia Britanica.**
14th Edition. (1929)

رسالہ جات :-

1. **World Review. (All China Number)**
2. **Current Affairs. All China Number)**

ہماری مطبوعات

- ۱۔ کنول - اعظم کرپوی کے بلند پایہ افسانے ۱۲
 - ۲۔ سادہ و رنگین افسانے - ظفر قریشی صاحب دہلوی ۱۲
 - ۲۔ خانقاہ - ایم اسلم کے جدید اور نئے افسانوں کا مجموعہ ۱۲
 - ۴۔ دکن کی سیاسی تاریخ - ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ۱۲
 - ۵۔ لہو ترنگ - سکندر علی صاحب وجد کا مجموعہ کلام ۱۲
 - ۶۔ ایک شاعر کا انجام - ہندوستان کے مایہ ناز ادیب نیاز فتحپوری کا پہلا افسانہ ۱۲
 - ۷۔ مر مر اور خون - عزیز احمد صاحب کا مشہور نفسیاتی ناول جس میں بتایا گیا ہے کہ جذبات پرست امیر زادوں کے لیے فلسفی ایک مخلونہ ہے ۱۲
 - ۸۔ کارخانہ - ظریف فطرتی نائل الرحمن صاحب کا مزاحیہ ڈرامہ سہ ماہی اری مزدور اور مزدور کی لیڈری پر عجیب انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے ۱۲
 - ۹۔ مشاہیر کی بیویاں - (مغرب) مغرب کے مشاہیر کی بیویوں کی زندگی ۱۲
 - ۱۰۔ پارلیمانی طرز حکومت - پارلیمان کی ذریعہ حکومت کا پورا نقشہ از منظر احسن ہاشمی ۱۲
 - ۱۱۔ مشرق بعید - مشرقی ممالک کی سیاست وہاں کے سیاسی تعلقات اور معاہدات از شاہد حسین مذاقی ۱۲
 - ۱۲۔ تقاریر جناح - قائد اعظم کی عالیہ تقاریر کا اردو ترجمہ ۱۲
 - ۱۳۔ مکتوبات نیاز - دو براہ حقہ - نیاز فتحپوری ۱۲
- ہندو کا پتہ: کتاب خانہ انجمن ترقی اردو ہند عابد روڈ حیدر آباد دکن

بچوں کی کتابیں

دوسرا سٹ (زیر طبع)	پہلا سٹ (طبع شدہ)
(۱) گاؤں کا کھیا کوثر چاند پوری	(۱) کھٹی مٹھی تیاں ۱۰
(۲) سمندر کا شہزادہ	(۲) چھو منتر کا دھاگا ۳
(۳) محمود اور شاہد	(۳) رابن سن کرو سو ۱۰
(۴) دغا باز دوست	(۴) کپڑے ۳
(۵) کالا دیو عبدالوہاب مسلم	(۵) سادہ زندگی ۳
(۶) بولتی کیتلی	(۶) چھتری فوج ۳
(۷) تم تم قما قیل	(۷) لاڈلا اکبر ۱۰
(۸) شہسی تارو	(۸) سمندری جہاز ۳
(۹) یوراشیا	(۹) زمین گول ہے ۸
(۱۰) چھٹنکی خاں	(۱۰) عید ۸
(۱۱) سنہری کیرا	(۱۱) دسترخوان ۳
(۱۲) لوفان	(۱۲) پڑوس ۳
(۱۳) چین کا سفر	(۱۳) جنگ کے بعد کیا ہوگا ۳

(ملنے کا پتہ)

کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہنسہ) ہایدروڈ
حیدرآباد دکن

سِیالِ ہمارے کتابیں ماٹھنا

یہ اردو میں اپنے طرز کا واحد علمی تحقیقی اور تنقیدی رسالہ ہے جو علمی شہرِ صفا
ماتمی بی بی سی (عثمانیہ) کی زیر ادارت شایع ہو رہا ہے اس سالے میں ہر ماہ
عنوانات ذیل کے تحت بہترین مضامین شایع ہوتے ہیں:-

مقالا مشاہیر مفکرین اردو اور بلند پایہ محققین ادب کے افکار جمیل
اور تحقیقات اثنق کے پیش باجواہر پارے۔

مذکرہ محسنین اردو اور مشاہیر ادب کے ذاتی حالات زندگی اور علمی و
ادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی روشنی میں مبسوط جائزہ۔

علمی شتفسارا قارئین کے تحقیق طلب شتفسارا کے معلومات افزا اور بصیرت افزا
جوابات نہایت دلکش رنگین اور پسندیدہ طرز بیان میں۔

تعارف تبصرہ فن تنقید کے جدید اصولوں کا تھ زبان اردو کی بہترین تصانیف کا ہر لہ انتقاد
جدید ترین طہوٹا اردو کی فن دار تقسیم اور عنوان موضوع کا سرسری خاکہ۔

علم کتابخانہ کتب خانوں اور دارالمطالعوں کے متعلق ٹھوس اور فنی مضامین۔
کلمہ ایک سو زاید مطبوٹا کے نام معہ مصنف نام شرقیت سنا آشا اور فن وار تقسیم۔

شتر تعلیمات اس کو مدارس کیلئے منظور فرمایا ہے۔ سالانہ چند صرف عطا

ہنتم محمد عبد الہادی (عثمانیہ)

حید آباد دکن

اردو گلی

اردو منزل

